عید میلاد پر ہوں قربان ہماری عیدیں
کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

# عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

## انعام الٰہی

تحریر و ترتیب


حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی



بزمِ عشاق

جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

نیو پٹھان والا، جھنگ روڈ، فیصل آباد موبائل نمبر: 0300 666 17 55

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

الصلوٰة والسلام علیك یارسول الله

وعلیٰ الك واصحابك یا حبیب الله

عربی زبان میں بہار کو ربیع کہتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول سال کے کسی موسم میں آئے اس کا ہلال طلوع ہوتے ہی تقویٰ وطہارت کے گلشن میں بہار آ جاتی ہے' نیکی کے کنول کھلنے لگتے ہیں' اوصاف حمیدہ کی کلیاں مسکرانے لگتی ہیں' اخلاق حسنہ کے غنچے شگفتہ پھول بننے لگتے ہیں' عالم انسانیت کے کوہ دامن رشک عدن بن جاتے ہیں۔ یاد ہے آپ کو جب یہ فصل گل پہلی دفعہ آئی تھی۔ چمن ہستی کی ویرانیوں اور وحشت جزیوں کا کیا عالم تھا' عقیدہ کی گمراہیوں اور فسق و فجور کے متعفن اندھیروں نے ہر جگہ اپنے پنجے گاڑھے ہوئے تھے۔ انسان کا تعلق اپنے خالق کریم سے بالکل ٹوٹ چکا تھا اس نے انسانیت کی قبا کو اپنے ہاتھوں سے تار تار کر دیا تھا اور حیوانیت و بربریت کو وجہ عزت وافتخار سمجھ کر اپنے لئے پسند کر لیا تھا۔ شرافت ومروت' عدل واحسان' حق گوئی وراست بازی کے چراغ جو اس شب دیجور میں کہیں کہیں ٹمٹمار ہے تھے اور اپنے تنک تابی سے کوئی آس بندھار ہے تھے۔ ہوا وہوس کی آندھیوں نے انہیں بھی گل کر دیا تھا۔ جنگلوں میں بھیڑیے اور خونخوار درندے ایسی تباہی نہیں مچار ہے تھے جیسے انسان انسان کے ہاتھوں خوار وزبوں تھا۔ جو لوگ مسند اقتدار پر بیٹھے تھے انہیں اپنے فرائض کا احساس تک نہ تھا اور نہ کسی میں یہ ہمت تھی کہ انہیں ان کے فرائض کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرے۔ محکوموں کو اپنے حقوق مانگنے کی جرأت نہ تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہ خبر تک نہ تھی کہ ان کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ ان کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی گئی تھی کہ وہ صرف اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ اپنے سیاسی حکام کے جائز و ناجائز احکام کی بے چوں وچرا تعمیل کرتے رہیں اور آنکھیں بند کر کے اپنے مذہبی پیشواؤں کی خرافات کی تصدیق کرتے رہیں۔ انسان خود فراموشی کی ایسی سرحد تک پہنچ گیا تھا جہاں نہ اسے اپنے مقام رفیع کی کچھ خبر تھی اور نہ اپنے مالک وخالق کا عرفان نصیب تھا۔ یہ ناگفتہ اور روح فرسا حالات تھے جب ربیع الاول کی ایک سہانی صبح کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اس مولود مسعود نے قدم رنجہ فرمایا۔ جس نے نہ صرف اپنے اہل ملک اور اہل زمانہ کو بلکہ تمام نوع انسانی کے بخت خفتہ کو بیدار کر دیا اور ہدایت وعرفان کی یہ شمع روشن فرما دی جسے کفر و باطل کی ساری اجتماعی طاقتیں نہ آج تک بجھا سکی ہیں اور نہ قیامت تک ایسا کر سکیں گی۔

محبوب کریم ﷺ کا دامن رحمت اتنا وسیع ہے کہ نگاہیں اس کا احاطہ کرنے اور عقل کماحقہ اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ یہاں بطور تبرک اس بحر علم وحکمت کے چند وہ لعل وگہر پیش کرنے کی سعادت

عید میلاد النبی ﷺ انعام الٰہی

حاصل کرتا ہوں جس کے باعث اولاد آدم علیہ السلام کو وہ رفعتیں اور بلندیاں نصیب ہوئیں جہاں فرشتے بھی دم نہیں مار سکتے۔ شرک و کفر کی وہ سرزمین جسے مکہ کہتے ہیں، یہاں ہر قبیلہ کا بلکہ ہر شخص کا اپنا اپنا خدا اور اپنا اپنا معبود تھا، جہاں موحد اعظم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کے تعمیر کئے ہوئے کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت پوجے جا رہے تھے۔ جہاں زندگی کا ظاہر و باطن فسق و فجور کی آلودگیوں میں غرق تھا۔ ایک روز اس نبی برحق نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا ''اے مکہ کے رہنے والو! میری دعوت توحید کو قبول کر لو۔ یہ اعلان کرو کہ سب خدا جھوٹے ہیں، سب معبود باطل ہیں ہم ان کی بندگی کی زنجیروں کو توڑتے ہیں، ہم ان مٹی اور پتھر کے بے جان و بے بس اور اندھے بہرے خداؤں سے رشتہ توڑ کر اس سچے اور حقیقی خدا کے روبرو جبین نیاز جھکاتے ہیں جو وحدہ لاشریک ہے، جو زمین و آسمان، عرش و فرش، لیل و نہار الغرض زمان و مکان میں جو کچھ ہے وہ سب کا خالق بھی ہے، مالک بھی ہے اور پالنہار بھی۔ اہل مکہ کے لئے یہ دعوت بالکل انوکھی تھی وہ کچھ تلملائے، کچھ بڑبڑائے کچھ نازیبا حرکات بھی ان سے سرزد ہوئیں لیکن دعوت اتنی سچی اور دلربا تھی اور اس کا داعی اتنا سچا اور دلربا تھا کہ وہ زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکے اور آخر کار انہوں نے اللہ کے محبوب ﷺ کی اس دعوت کو قبول کر لیا اور اپنے ہاتھوں سے ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جن کی وہ آج تک پوجا کرتے آئے تھے اور جن کے سامنے سجدہ ریز ہونا اپنے لئے باعث عز و افتخار یقین کرتے تھے۔ یہی لوگ جو ابتداء میں اس شمع توحید کو بجھانے کے در پے تھے وہی اس پر پروانہ وار نثار ہونے لگے پھر اس شمع کو لے کر وہ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچے اور جہاں وہ گئے جس ظلمت کدے میں انہوں نے قدم رکھا اس کے در و دیوار نور توحید سے منور ہو گئے۔ اس دعوت کی گہرائی کا یہ عالم تھا کہ وہ مذاہب جن کی بنیاد ہی بت پرستی اور شرک پر تھی، ان کے اندر بھی ہلچل پیدا ہو گئی اور وہ بھی مجبور ہو گئے کہ کسی نہ کسی عنوان سے عقیدہ توحید کو قبول کریں۔ ہندوؤں میں آریہ سماج کی تحریک عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ تحریک اور عقیدہ توحید کی جہانگیری کے بین دلائل ہیں۔ دوسری نعمت جو بنی نوع انسان کو راحت جاں ﷺ کے آستانہ عالیہ سے مرحمت ہوئی وہ خود شناسی تھی۔ انسان کو پہلی بار یہ علم ہوا کہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ''اور ہم نے انسان کو خوبصورت ترین تقویم سے پیدا کیا''۔ اسے بتایا گیا کہ تو اس آدم علیہ السلام کی نسل سے ہے جو فرشتوں کا استاد بنا اور پھر ان کا مسجود بھی۔ کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جو کچھ ہے وہ تیری خدمت گزاری کے لئے ہے۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض ۔ اپنی ان صلاحیتوں کی نشوونما کرو تا کہ ان کی بدولت تم اس مرکب کی ترکیب کو اپنے ہاتھ میں لے سکو۔ اپنی مرضی کے مطابق انہیں چلا سکو۔ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کے بغیر نہ کسی کو مقام انسانیت کا صحیح عرفان نصیب ہوا اور نہ کسی کو اس مقام بلند کے بارے میں اعلان کرنے کی جرأت ہوئی۔ فلسفی دانشور، شعراء اور ادباء ایسے احساس کمتری میں مبتلا تھے کہ وہ کائنات کی ہر چیز سے اپنے آپ کو حقیر تصور کرتے تھے اور ڈارون نے تو حد کر دی۔ انسان کو بندر کی ایک ترقی یافتہ

صورت کہہ کر انسان کو اپنے ماضی پر شرمسار اور اپنے بہتر مستقبل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی زبان تھی جس نے ساری دنیا میں اپنے پروردگار کے اس فرمان کا اعلان کیا۔ ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم فی البر والبحر و رزقنا ھم من الطیبات و فضلنا ھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا ''اور ہم نے اولاد آدم علیہ السلام کو مکرم و معظم بنایا اور بحر و بر میں ان کی سواریوں کا انتظام کیا' انہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور اپنی بہت سی مخلوقات سے انھیں برتری اور فضیلت عطا فرمائی''۔

رحمت دو جہاں ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے انسان حیرت انگیز قسم کی فرقہ بندیوں میں گرفتار تھا۔ کہیں اس تقسیم کا دارومدار رنگ و نسل تھا' کہیں زبان اور وطن اور کہیں مذہب نے اپنے ماننے والوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا۔ کوئی برہمن تھا جس کے صرف حقوق ہی حقوق تھے' جس پر کوئی ذمہ داری نہ تھی اور کوئی اچھوت تھا جسے حیوانوں سے بھی بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ ہر برہمن بیٹا خواہ وہ اخلاقی اور علمی طور پر کندہ ناتراش ہی کیوں نہ ہو وہ برہمن تھا اور عزت و احترام کا حق دار تھا اور ایک اچھوت کے گھر میں پیدا ہونے والا وہ خواہ ذہنی لحاظ سے کتنا پاکیزہ اور ہمت و جرأت کے نقطہ نظر سے کتنا عظیم المرتبت ہو وہ ایک اچھوت ہی تھا۔ اسے ذلت آمیز زندگی ہی گزارنی پڑتی تھی۔ یہ تقسیمات اگرچہ شرف انسانیت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھیں ان کی بنیاد سراپا ظلم و جہالت تھی لیکن ہر جگہ کے رہنے والے انسانوں نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ زبردست اور محروم طبقہ بھی اس محرومی اور ذلت پر نہ صرف مطمئن تھا بلکہ شاداں و فرحاں بھی تھا۔ لیکن جان رحمت ﷺ نے ان تمام بے بنیاد فرقہ بندیوں کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رحمت دو جہاں ﷺ نے جو تاریخ ساز خطاب فرمایا اس میں دیگر جواہر پاروں کے علاوہ یہ ارشاد گرامی بھی بنی نوع انسان کے کانوں تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اپنی ناقہ پر سوار جبل رحمت کے دامن میں یہ ارشاد فرما رہا تھا۔ یا یھا الناس ان ربکم و احد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا بعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود ولا لا سود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الاھل بلغت........ اللھم فشھد ''اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی بزرگی حاصل ہے بجز تقوی کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عزت والا ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اے لوگو! کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ سب نے بیک زبان عرض کیا بے شک۔ محبوب کریم ﷺ نے یہ سوال تین بار دہرایا پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ اے اللہ! گواہ رہنا کہ میں نے تیری دعوت کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا''۔ لیکن صرف وعظ و نصیحت معاشرہ میں امن و سکون برقرار رکھنے کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ انسان مساوات کا انوکھا تصور اسلام نے پیش کیا اس کو عملی طور پر نافذ کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ اس لئے ہادی برحق ﷺ نے اس موقع پر اپنے

اس عظیم خطبہ میں بڑی وضاحت اور صراحت سے یہ ارشاد بھی فرمایا۔ ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلدکم ھذا ولاھل بلغت ''اے حاضرین! (کان کھول کر سن لو) تمہارے خون تمہارے اموال اور تمہاری عصمتیں ایک دوسرے کے لئے اس طرح محترم اور معزز ہیں جس طرح تمہارے اس معزز شہر میں خصوصاً اس حرمت والے مہینے کا تمہارا آج کا دن عزت وحرمت والا ہے''۔

وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے کچھ بھی قلبی لگاؤ ہے وہ ان واضح ارشادات کے بعد نہ کسی پر دست تعدی دراز کرسکتا ہے نہ کسی غلط طریقے سے کسی کا مال غصب کرنے کی جرأت کرسکتا ہے اور نہ اس کے دل میں کسی کی عصمت وآبرو کو لوٹنے کا خیال ہی گزر سکتا ہے۔ اسلام کا آفتاب عالمتاب طلوع ہونے سے پہلے جو متمدن اور مہذب ممالک تھے وہاں حکومت ملوکیت اور آمریت کی شکل میں موجود تھی۔ غیر متمدن ممالک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ ہر قبیلہ کا سردار ہر قسم کے اختیارات کا مالک ہوتا تھا۔ جزیرہ عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت نہیں تھی۔ کوئی قانون اور نظم نہیں تھا۔ جس کی پابندی یہاں کے باشندوں پر لازمی ہو۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ مطلق العنان تھا اور اسی لاقانونیت کی وجہ سے قبائلی عصمتیں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑکاتی رہتی تھی۔ بازوؤں میں قوت موجود ہو تو جس کو چاہو لوٹ لو۔ جس کو چاہو قتل کردو کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا اور جہاں ملوکیت اور آمریت کا پرچم لہرا رہا تھا وہاں رعایا کی حالت زار ناگفتہ بہ تھی۔ حکمرانوں کو عیش وعشرت سے فرصت نہ تھی۔ کوئی اخلاقی ضابطہ ایسا نہ تھا جو انہیں اپنی رعایا کے مفادات کی نگہداشت کا پابند بنادے۔ بادشاہوں نے اپنے تاج وتخت کو ہر قسم کی بغاوتوں سے محفوظ کرنے کے لئے عجیب قسم کے نظریات اپنی رعایا میں پھیلا دیئے تھے۔ کوئی اپنے آپ کو دیوتاؤں کا فرزند کہہ کر لوگوں کے قلب وذہن پر دھونس جمائے ہوئے تھا۔ کوئی اپنے خون کے قیمتی ہونے اور اپنے خاندان کی برتری کا مسئلہ جما کر اپنی شاہی کو برقرار رکھ رہا تھا۔ کئی منچلے ایسے بھی تھے جو خدا بن کر تخت حکومت پر بیٹھا کرتے تھے۔ بعض ممالک میں مذہب نے اپنے فرمانرواؤں کے اردگرد تقدس کا ہالہ بنا رکھا تھا تاکہ کسی کو آنکھ اٹھانے کی ہمت ہی نہ ہو۔ رحمت دوجہاں ﷺ نے ان تمام فرسودہ نظریات کو جو شرف انسانیت سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے حکومت کا ایک بالکل نیا تصور دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس دنیا میں جب کہ جمہوری نظام کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ بنیادی انقلاب یہ برپا کیا کہ اس کائنات کا حقیقی حکمران اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا بھی فرمایا ہر چیز کا مالک بھی ہے اور اپنی شان ربوبیت سے ہر چیز کی اس کی فطری استعداد کے مطابق نشوونما بھی فرمارہا ہے۔ اس لئے حکم بھی اسی کا نافذ ہوگا۔ ان الحکم الا اللہ انسان اس کا خلیفہ ہے اور اس کا فرض ہے کہ اپنے حاکم اعلیٰ کے ارشادات سے سرمو انحراف نہ کرے اور جنہیں حکومت کی ذمہ داریاں تفویض کی جائیں ان کے فرائض کو بڑے جامع انداز میں اس آیت طیبہ میں بیان فرمادیا۔ الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتو الزکوۃ وامروا

بالمعروف ونھوا عن المنکر ''جن لوگوں کو ہم دنیا میں اقتدار بخشتے ہیں انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے شبستانوں میں داد عیش دیتے رہیں اور فسق و فجور کی غلاظتوں سے اپنے دامن کو ملوث کرتے رہیں اور اپنے اعمال بد اور بے تدبیری کی نحوستوں سے اپنی رعایا کے لئے عذاب الیم کا باعث بنے رہیں بلکہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ نماز ادا کیا کریں، زکوٰۃ دیا کریں، نیکی کا حکم دیا کریں اور برائی سے روکا کریں۔ اگر کوئی حاکم اس منشور سے روگردانی کرے گا تو عوام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اس کو اس کے منصب سے معزول کر دیں۔ اس کی اطاعت رعایا پر اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار بنا رہے۔ اگر وہ نافرمانی کی روش اختیار کرے گا تو کسی پر اس کی فرمانبرداری لازمی نہیں''۔ جان کائنات ﷺ کے فیض نبوت کی یہ چند برکتیں ہیں جن کا تذکرہ کر دیا اور یہ وہ امن و برکت والے اصول ہیں جن سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ مستفید ہو رہے ہیں۔

## محافل میلاد کی برکات

میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ان وجوہ کی بنا پر جائز ہے۔

☆ محافل میلاد کے ذریعے محبوب کریم ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس خوشی پر ایک کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ بخاری شریف میں آیا ہے کہ ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس دن اس نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دینے کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا۔ امت کے عظیم محدث شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔

جب وہ کافر (ابولہب) جس کی مذمت میں سورۃ تبت یداہ نازل ہوئی اور وہ دائمی جہنمی ہے۔ اس کے عذاب میں ہر پیر کو اس لئے تخفیف ہو جاتی کہ اس نے آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جب کافر پر یہ انعام ہے تو اس غلام کا کیا مقام ہوگا جو تمام عمر آپ ﷺ کی خوشی میں بسر کرتا ہے اور اسلام پر فوت ہوتا ہے۔

☆ اس دن کی آپ ﷺ نے تعظیم فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ پر اکرام و انعامات فرمائے اس پر شکر ادا کیا کیونکہ آپ ﷺ کے وجود ہی سے تمام موجودات کو شرف ملا اور وہ تعظیم روزے کی صورت میں تھی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی حکمت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا فیہ و لدت وفیہ انزل علی ''یہی وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر قرآن پاک نازل کیا گیا'' (المسلم، کتاب الصیام)۔ محفل میلاد کی مختلف صورتیں ہیں لیکن ان سب میں جو بنیادی و مشترک پہلو ہے وہ یہ ہے کہ خوشی منانا خواہ یہ روزہ رکھنے کی صورت میں ہو یا کھانا کھلانے کی صورت میں، ذکر و فکر کی محفل ہو یا صلوٰۃ وسلام کی یا سیرت کانفرنس۔

☆ محبوب کریم ﷺ کی آمد کی خوشی منانا ایک ایسا امر ہے جس کا تقاضا خود قرآن پاک ہم سے کرتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ قل بفضل الله وبرحمة فبذلك فليفرحوا "اے رسول (ﷺ)! انہیں بتا دیجئے کہ یہ محفل اللہ کی رحمت وفضل کرم ہے پس اس کے حصول پر خوشیاں منایا کرو"۔ اس آیت کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہمیں جب کوئی رحمت حاصل ہو تو اس پر خوشی منایا کرو اور محبوب کریم ﷺ کی آمد تو سب سے بڑی رحمت ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين اے رسول (ﷺ)! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

☆ رحمت دوجہاں ﷺ ان ایام کا خصوصی خیال رکھتے جن میں کوئی اہم دینی واقعہ ہوا ہوتا بلکہ اس وجہ سے اس دن کی تعظیم کرتے کیونکہ وہ اس واقعہ کے لئے ظرف بنا تھا۔ جان رحمت ﷺ نے خود اس قاعدے کی بنیاد رکھی جیسا کہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جان رحمت ﷺ جب مدینہ پاک پہنچے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ کو روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تو بتایا گیا۔ یہ یہود روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کو بچایا تھا اور ان کے دشمن کو غرق کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر یہ روزہ رکھ کر شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اس پر سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا۔ نحن اولى بموسیٰ منكم فصامه وامر بصيامه "ہم یہود کے مقابلے میں موسیٰ (علیہ السلام) سے زیادہ قریبی ہیں۔ آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا"۔

۵۔ میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں محفل کا انعقاد محبوب کریم ﷺ کے ظاہری حیات میں نہ تھا لہذا یہ بدعت ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ یہ شرعی اصولوں کے عین مطابق ہوتی ہے۔ یہ اجتماعی ہیت کے لحاظ سے تو بدعت ہے لیکن جزئیات کے طور پر بدعت نہیں کیونکہ انفرادی طور پر میلاد النبی سرکار دوعالم ﷺ کی ظاہری حیات میں بھی ہوئی تھیں جس کے بارے میں آگے چل کر گفتگو ہوگی۔

☆ محافل میلاد محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں درود وسلام پڑھنے کا شوق دلاتی ہیں اور وہ مطلوب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ان الله وملئكته يصلون على النبى يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جان رحمت ﷺ پر صلوۃ بھیجتے ہیں پس اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو" اور جو چیز کسی مطلوب شرعی کا شوق دلائے وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے اور درود شریف کی وجہ سے امتی کو حضور علیہ السلام کا قرب اور جو شفقتیں نصیب ہوتی ہیں ان کی تعداد سے بیان قاصر ہے اور ان کے انوار کا اندازہ تصور سے بالاتر ہے۔

۷۔ میلاد النبی ﷺ ایک ایسی محفل ہوتی ہے جس میں مولد مبارک، سرکار کے معجزات، سیرت اور شمائل و فضائل کا ذکر ہوتا ہے کیا ہمیں شریعت نے حکم نہیں دیا کہ ہم آپ ﷺ کے اعمال و سیرت اور فضائل سے آگاہ ہوں اور آپ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے آپ کو آپ ﷺ کے اعمال کے مطابق

ڈھالیں کیا ہمیں آپ ﷺ کے معجزات پر ایمان لانے اور آپ ﷺ پر نازل شدہ آیات کی تصدیق کا حکم نہیں۔ میلاد شریف کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب ان تمام امور کو بہر طور پر بیان کرتی ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کی صورت میں دراصل جو آپ ﷺ کے اوصاف و اخلاق بیان کئے جاتے ہیں ان کے ذریعے آپ ﷺ کے ان حقوق میں سے بعض کی ادائیگی ہوتی ہے جو امت پر لازم ہیں۔ مختلف شعراء کا عمل بھی ملتا ہے کہ انہوں نے قصائد کے ذریعے آپ ﷺ کا قرب چاہا آپ ﷺ نے ان کے عمل کو پسند فرمایا اور انہیں انعامات سے نوازا۔ جب یہ حال اس شخص کا ہے جو زبانی آپ ﷺ کی مدح کرتا ہے تو وہ شخص محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ سے کیا نہیں پائے گا جو آپ ﷺ کے شمائل شریفہ کو کتاب کی صورت میں جمع کرتا ہے بلکہ اس عمل کو سرانجام دینے میں جہاں ایک طرف سرکار کا قرب حاصل ہوتا ہے وہاں یہ عمل آپ ﷺ کی محبت و رضا کا بھی باعث بنتا ہے۔

☆ بے شک محبوب کبریاء ﷺ کے شمائل و معجزات و اخلاق حمیدہ کی معرفت آپ ﷺ سے محبت میں زیادتی اور آپ ﷺ پر ایمان کی مضبوطی کا باعث بنتی ہے کیونکہ انسان ہمیشہ اسی شخص کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے جو خلقت' اخلاق' علم اور عمل میں اعلیٰ ہو اور واضح بات ہے کہ اس لحاظ سے محبوب کریم ﷺ سے زیادہ نہ کوئی جمیل ہے اور نہ کوئی کامل اور نہ کوئی زیادہ اخلاق والا ہے اور نہ فضائل والا۔ آپ ﷺ کے ساتھ محبت میں اضافہ اور آپ ﷺ پر کامل ایمان شرعاً مطلوب ہے اور جو چیز ان کے حصول کا ذریعہ ہوگی وہ بھی یقیناً مطلوب ہوگی۔

جب رحمت جاں ﷺ کی تعظیم کرنا شریعت کا تقاضا ہے۔ پس میلاد النبی ﷺ کے دن ذکر الٰہی کے لئے اجتماع کرنا فقراء کو کھانا کھلانا اور خوشی کا اظہار کرنا یہ مظاہر تعظیم میں سے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا شکر ادا کرنا کہ اس نے آپ ﷺ کے ذریعے ہمیں دین اسلام عطا کیا اور آپ ﷺ کی بعثت کا شرف بخشا یہ بھی آپ ﷺ کی تعظیم ہی کا اظہار ہے۔

☆ آپ ﷺ نے جمعہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ گویا آپ ﷺ نے اس فرمان سے واضح کر دیا کہ نبی کی ولادت کا دن بابرکت ہوتا ہے۔ جب ہر نبی کی ولادت کا دن افضل ہے تو کتنا افضل ہوگا وہ دن جس میں وہ ہستی تشریف لائی جو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و اشرف ہے۔ یہ تعظیم وعزت اس مخصوص دن کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس کے لئے خصوصاً اور متکرر کے لئے عموماً ثابت ہے جیسا کہ جمعہ میں ہے تاکہ اس نعمت پر شکر' فضیلت نبوت و رسالت کا اظہار اور تاریخ انسانیت کے صفحات پر اس عظیم واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہے جیسا کہ اس مکان کی ہمیشہ تعظیم کی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے نبی پیدا ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے محبوب کریم ﷺ سے عرض کیا کہ بیت اللحم کے مقام پر دو رکعات

ادا کریں۔ آپ ﷺ نے ادا کیں تو جبریل علیہ السلام نے پوچھا اتدری این صلیت؟ ''اس مقام نماز سے آپ آگاہ ہیں؟'' ۔فرمایا نہیں عرض کیا صلیت ببیت الحم حیث ولد عیسیٰ ''آپ ﷺ نے جس مقام پر نماز ادا کی ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت ہے''۔

☆ میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ایک ایسا امر ہے جسے علماء امہ اور ہر علاقے اور طبقہ کے مسلمانوں نے مستحسن جانا ہے اور اس پر عمل ہر جگہ جاری ہے۔لہذا اس کا شرعاً مطلوب ہونا اس قاعدے سے ماخوذ ہو گا جو حضرت ابن مسعود سے موقوفاً روایت سے ماخوذ ہے۔ ماراہ المسلمون حسناً فھو عنداللہ حسن وماراہ المسلمون قبیحا فھو عنداللہ قبیح ''ہر وہ عمل جسے مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ رب العزت کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے اور جسے مسلمان قبیح جانیں وہ اللہ رب العزت کے نزدیک بھی قبیح ہی ہے'' (مسند احمد)۔

☆ میلاد النبی ﷺ کی صورت میں ذکر و فکر کے لئے اجتماع کرنا' صدقہ کرنا اور بارگاہ مصطفوی ﷺ کی مدح و تعظیم کرنا سنت ہے اور شرعی لحاظ سے بھی مطلوب امر ہے۔ یہ تمام امور شرعاً مطلوب اور قابل ستائش ہیں کیونکہ بہت سے ایسے آثار ملتے ہیں جس میں اس طرح کی محافل کا ذکر اور ان کے انعقاد پر ترغیب ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت بہ فوادک ''اور ہم نے ان رسلان کرام (علیہم السلام) کی باتیں آپ کے لئے اس لئے بیان کی ہیں تاکہ ہم آپ کے دل ان کے ذریعے مضبوط کریں''۔اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جان رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصے سنائے ان کا مدعا و مقصود سرکار ﷺ کے دل کو مصیبتوں اور مشکلات کے وقت سہارا دینا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہمارے دل اس امر کے آپ سے زیادہ محتاج ہیں کہ سرکار ﷺ کے احوال کے بیان سے ہم اپنے دلوں کو مضبوط و مطمئن کریں۔

☆ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر وہ کام جسے ہمارے اسلاف نے سرانجام نہ دیا ہو یا جس کا وقوع پہلے زمانے میں نہ ہوا ہو وہ بدعت سیۂ اس کا ارتکاب حرام اور اس کا انکار ہم پر واجب ہوتا ہے۔ بلکہ ہم پر واجب ہے کہ ایسے نئے امور کو دلائل شرعیہ پر پیش کریں۔اگر اس میں دین اور امت کا فائدہ ہے تو اس پر عمل واجب ہو گا اور اگر وہ حرام پر مشتمل ہے تو حرام' مکروہ پر مشتمل ہو تو مکروہ۔اس طرح جو مباح پر مشتمل ہو وہ مباح اور جو مندوب پر مشتمل ہو وہ مندوب ہے۔ کیونکہ ذرائع میں حکم ان کے مقاصد کے لحاظ سے لگایا جاتا ہے۔

علماء نے بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں:۔

(۱)۔واجب: جیسے باطل کا رد کرنا اور فن نحو کا سیکھنا۔

(۲)۔مندوب: جیسے سراؤں اور مدارس کا قیام۔مناروں پر اذان دینا اور نیکی کے وہ تمام معاملات

جو صدر اول میں نہ تھے۔
(۳)۔مکروہ: جیسے مساجد کی تزئین اور قرآن پاک پر نقش و نگار۔
(۴)۔مباح: جوتوں کا استعمال کھانے پینے کے آلات میں توسیع۔
(۵)۔حرام: ہر وہ نئی چیز جو سنت رسول ﷺ کے مخالف ہو بلکہ وہ خود کسی شرعی دلیل کے تحت نہ ہو اور نہ کسی شرعی مصلحت پر مشتمل ہو۔

☆ ہر وہ کام جو سابقہ ادوار میں اجتماعی شکل میں موجود نہ ہو لیکن اگر اس کے اجزاء و افراد موجود ہوں تو وہ شرعی طور پر مطلوب ہوتا ہے کیونکہ مشروع اجزاء کا مجموعہ بھی مشروع ہی ہوگا۔

☆ ہر نیا طریقہ حرام نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کا قرآن کو جمع کرنا بھی حرام ہو جائے گا۔اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی موت کے پیش نظر قرآن پاک کو جو صحیفوں میں لکھ کر جمع کیا گیا اور ساری امت کو ایک قراۃ پر جمع کیا گیا۔یہ عمل بھی حرام کے کھاتے میں جائے گا۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں نماز تراویح کے لئے جمع کرنے کا عمل بھی حرام ہو جائے گا۔حالانکہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ عمل بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے۔اسی طرح علوم نافعہ کو جمع کرنا بھی حرام ٹھہرے گا۔معاملہ صرف یہیں تک نہیں رہے گا بلکہ ہم پر لازم ہو جائے گا کہ آج جہاں دشمن ہمارے خلاف اسلحہ کے طور پر ٹینک' بکتر بند گاڑیاں' ہوائی و بحری جنگی جہاز استعمال کر رہا ہے۔وہاں ہمیں بدعت سے بچنے کے لئے صرف تیروں اور تلواروں سے لڑائی کرنا واجب ہوگا۔اسی طرح مناروں پر اذان دینا' راستے اور مدارس تعمیر کرنا' ہسپتالوں' یتیم خانوں اور جیلوں کا قیام بدعت شمار ہوگا۔یہی وجہ ہے علماء نے ارشاد نبوی 'کل بدعۃ ضلالۃ' کو بدعت سیعہ پر محمول کیا ہے اور اس قید کی تصریح و تائید ان تمام امور سے ہوتی ہے جو اکابر صحابہ اور تابعین نے ایجاد کیئے حالانکہ وہ تمام نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں نہ تھے۔

☆ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ نیا معاملہ جو کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ اجماع اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہما کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے لیکن جو معاملہ خیر پر مبنی ہو اور قران و حدیث کے خلاف بھی نہ ہو وہ بدعت حسنہ ہے۔

☆ ہر وہ چیز جو ادلہ شرعیہ کے تحت ہو اور اس کی ایجاد سے شریعت کی مخالفت مقصود نہ ہو اور وہ کسی حرام شے پر بھی مشتمل نہ ہو تو وہ دین میں سے ہے۔باقی رہا متعصبین کا یہ قول کہ یہ کام اسلاف نے نہیں کیا لہذا یہ بدعت ہے۔یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ جو شخص ذرا بھی علم الاصول سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ دلیل نہیں بلکہ عدم دلیل ہے کیونکہ حاکم کائنات ﷺ نے بدعت بدیٔ کو سنت کہا اور اس سنت کو عملی جامعہ پہنانے والے کے لئے اجر و ثواب کی اطلاع دی جیسا کہ خود سرکار ﷺ نے فرمایا۔ن

سنت سنن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثال اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورهم شیئی ''جس کسی نے اسلام میں کوئی اچھا کام شروع کیا اور اس کے بعد دوسروں نے اس پر عمل کیا تو اس شخص کے لئے اتنا ہی ثواب لکھا جائے گا لیکن اس کے زمرے میں ثواب لکھا جانا عمل کے کرنے والوں کے ثواب میں کمی کا باعث نہیں بنے گا''۔

☆ میلاد النبی ﷺ پر محفل منعقد کرنا' رحمت دو جہاں ﷺ کے یاد کا احیاء ہے اور یہ اسلام میں مشروع ہے۔کیا آپ نے غور نہیں کیا حج کے اکثر اعمال مختلف لوگوں کی یادیں ہی ہیں۔مثلاً صفاء و مروہ کے درمیان سعی' منیٰ میں رمی کرنا' قربانی کرنا' ایسے واقعات ہیں جو ماضی میں پیش آئے تھے۔آج مسلمان ان یادوں کا احیاء کر کے ہر سال تجدید کرتے ہیں۔

☆ اس سے قبل میلاد النبی ﷺ کے جواز پر جو وجوہات ہم نے بیان کیں یہ اس محفل کے بارے میں ہیں جو مکروہات و منکرات اور خلاف شرح امور سے خالی ہوں لیکن جب محفل ایسے معاملات و افعال پر مشتمل ہو جو خلاف شرع ہیں مثلاً مردوں اور عورتوں کا اختلاط' حرام امور کا ارتکاب یا فضول خرچی کرنا جس سے خود سرکار ﷺ کی ذات پاک ناراض ہو تو ایسی محفل ہرگز جائز نہیں۔لیکن یہ یاد رہے کہ اس کا حرام ہونا عارضی ہوگا نہ کہ ذاتی طور پر۔یہ ایک بدیہی امر ہے جو ذرا بھی غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

## ﴿ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت ﴾

محترم قارئین کرام! لفظ ''میلاد'' ولادت سے ہے اور میلاد مصطفیٰ ﷺ سے مراد محبوب کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہے۔عقائد اہل سنت کے مطابق رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ولادت کے دن کو باعث رحمت' سعادت اور خصوصی لطف و عنایت سمجھنا اور اس خوش بختی پر شکر بجالانا اس عطاء و انعام کو یاد کرنا ہر جگہ اس کے ذکر و تذکرے کا اہتمام کرنا' درود و سلام کے تحفے پیش کرنا' اس خوشی کے اظہار میں محفل میلاد اور جشن میلاد کا اہتمام کرنا عین ایمان سے ہے۔چونکہ محبوب کریم ﷺ کی آمد سے ہی دولت ایمان و رحمت نصیب ہوئی۔ایک انسان کو مرتبہ انسانی نصیب ہوا۔دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں و رحمتیں آپ ﷺ ہی کی وجہ سے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی کو تمام جہانوں کے لئے رحمت اور مومنین کے لئے انعام و احسان قرار دیا ہے اور اس کی اتباع کا حکم دے کر درجہ محبوبیت کی خوشخبری سنائی ہے۔فرمان حق تعالیٰ ہے:۔

☆ بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے (اپنا محبوب ﷺ) رسول مبعوث فرمادیا ہے جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور (رسول کے آنے سے) قبل تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

☆ اور (یہ فضل) ان میں دوسرے بعد کے لوگوں کے لئے بھی ہے جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔

☆ اور ہم نے (اے محبوب ﷺ) آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (الانبیاء)۔

☆ وہی (اللہ) جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں ایک رسول بھیجا (الجمعہ)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فضل ورحمت اور احسان ونعمت قرار دینے کے ساتھ ہی اس نعمت کو یاد دلایا کہ اب اس نعمت الٰہی پر شکر بجالاؤ۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:۔

☆ اپنے اوپر کی گئی اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت والفت ڈال دی پس تم اس رحمت الٰہی سے بھائی بھائی بن گئے (القرآن)۔

☆ (اے محبوب ﷺ) آپ فرمادیں کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (رسول ﷺ) کے باعث اس پر خوشی مناؤ یہ خوشی منانا ان چیزوں سے جو وہ جمع کر رہے ہیں کہیں بہتر ہے (یونس)۔

☆ اور (اے مسلمانو!) اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے سوائے چند ایک سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے (النساء)

دوستو! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز واضح فرمادی یعنی اس رحمت باری تعالیٰ کی یاد کا طریقہ بھی بیان فرمادیا کہ اس نعمت واحسان کو بار بار اور ہر جگہ بیان کیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے جبکہ محمد ﷺ کے لفظی معنی بھی یہی ہیں کہ بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ تو گویا یہ ذکر مدحت ونعت اللہ تعالیٰ ہی بلند کرار ہا ہے۔ فرمان ہے۔ ''(اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا'' (القرآن)۔

اس کے ذکر کی بلندی اور بیان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واما بنعمت ربك فحدث ''اے محبوب ﷺ آپ کے پروردگار نے جو آپ کو نعمت عطا فرمائی ہے اس کا بیان کرتے رہیں'' (الضحیٰ)۔ اپنے ذکر وتعریف کے متعلق فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم بھی اس پر درود وسلام بھیجا کرو'' (القرآن)۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے یوم ولادت پر سلام بھیج کر اللہ تعالیٰ نے میلا دالنبی ﷺ کی ترغیب دی۔ فرمان الٰہی ہے سلام علیه یوم ولد ''(اللہ کی طرف سے) ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے (سورۃ مریم)۔ یہی الفاظ وترتیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیان کروائی گئی۔ والسلام علی یوم ولدت ''اور اللہ کی طرف سے مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا'' (سورۃ مریم)۔ اس طرح مالک دو جہاں ﷺ خود اپنی ولادت کے دن روزہ رکھتے اور تحدیث نعمت کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے حوالہ سے بارگاہ الہیہ میں یوں التجاء پیش کی۔ ''اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وہ یوم عید بن جائے'' (المائدہ)۔ اب جس نعمت کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مومنین پر احسان کیا کہ تم میں محبوب رسول ﷺ بھیجا تو بھلا اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہوسکتی ہے گویا محبوب کریم ﷺ کی آمد ولادت پاک کے دن کو بطور عید میلا دالنبی ﷺ منانا نہ صرف درست بلکہ رضائے الٰہی کے عین مطابق

ہے۔اب اس مسئلہ کے متعلق جلیل القدر آئمہ دین اور محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں:۔

## امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ خود کیا۔ میں کہتا ہوں میرے لئے اس حدیث کی ایک اَور اصل بھی ظاہر ہوئی ہے جسے امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی طرف سے ایک عقیقہ خود کیا۔ اسکے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ حضور ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا۔ حالانکہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔ لہذا اس قول میں تطبیق یوں ہوگی کہ وہ فعل (عقیقہ) جسے حضور ﷺ نے خود کیا یہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی پیدائش اور آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث کرنے پر اظہار تشکر ہے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے باعث شرف ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ خود اپنی ذات پر درود وسلام بھیجا کرتے تھے۔ لہذا ہمارے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہم اظہار تشکر کے طور پر حضور ﷺ کی ولادت پر مسلمانوں کا اجتماع عام منعقد کیا کریں۔ کھانا کھلائیں اور اس طرح کی دیگر تقریبات کا انعقاد کریں۔ آپ ﷺ کی ولادت پر خوشیوں کا اظہار کیا کریں۔

## امام شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ اپنی کتاب ''موردالصادی فی مولد الھادی'' میں لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہر سوموار کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھے:۔

۱۔ جب ابولہب جیسا کافر جس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے اور جس کی مذمت میں قرآن مجید کی سورۃ تبت یداہ نازل ہوئی۔

۲۔ باوجود اس کے جب سوموار کا دن آتا ہے تو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے ہمیشہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔

۳۔ پس کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جس نے تمام عمر حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جشن منانے میں گزاری اور توحید کی حالت میں اسے موت آئی۔

## جشن میلاد النبی ﷺ پر امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی مفصل تحقیق

(ترجمہ):۔ اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جن کو نبی کریم ﷺ نے خیرالقرون فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی ﷺ میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ عمل (اگرچہ) بدعت ہے مگر ''بدعت حسنہ'' ہے (جیسا کہ) امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور ''مدخل'' میں ابن الحاج کے کلام سے بھی یہی مراد ہے۔ اگرچہ انہوں نے ان محافل میں درآنے والی ممنوعات (محرمات) کی مذمت

کی ہے لیکن اس سے پہلے تصریح فرمادی ہے کہ اس ماہ مبارک کو اعمال صالحہ اور صدقہ وخیرات کی کثرت اور دیگر اچھے کاموں کے لئے خاص کردینا چاہئے۔ میلاد منانے کا یہی طریقہ پسندیدہ ہے۔ حافظ ابوخطاب بن وحیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ جنہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب (التنویر فی المولد البشیر والنذیر) تالیف فرمائی جس پر بادشاہ مظفر شاہ ''اربل'' نے انہیں ایک ہزار دینار (بطور انعام) پیش کیا اور یہی رائے ''ابوطیب سبتی'' کی ہے کہ یہ قوص کے رہنے والے تھے یہ تمام علماء جلیل القدر مالکی ائمہ میں سے ہیں۔ یا پھر یہ (عمل مذکور) بدعت مذمومہ جیسا کہ ''التاج الفاکہانی'' کی رائے ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف منسوب عبارات کا حرف بحرف رد فرمایا ہے۔ (بہرحال) پہلا قول ہی زیادہ راجح اور واضح تر ہے۔ بایں وجہ یہ اپنے دامن میں خیر کثیر رکھتا ہے۔ لوگ (آج بھی) ماہ میلاد النبی ﷺ میں اجتماعات کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیکیاں کثرت سے کرتے ہیں اور مولود شریف کے واقعات پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی خصوصی برکات اور بے پناہ فضل وکرم ان پر ظاہر ہوتا ہے۔

## جشن میلاد النبی ﷺ پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل تحقیق

(ترجمہ):۔ (محفل میلاد النبی ﷺ قرون ثلاثہ فاضلہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت وشرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دسترخوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا اور اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں۔ بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آتا ہے خصوصی اہتمام شروع کردیتے ہیں اور نتیجتاً اس ماہ مقدس کی برکات اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں یہ بات تجرباتی عمل سے ثابت ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ وامان اور سلامتی رہتی ہے اور تمنائیں پوری ہونے کی بشارت بہت جلد ملتی ہے۔

## اہلیان مصر اور شام کی طرف سے محفل میلاد کا انعقاد

(ترجمہ):۔ محافل میلاد کے اہتمام میں اہل مصر اور اہل شام سب سے آگے ہیں اور سلطان مصر ولادت باسعادت کی رات ہر سال محفل میلاد منعقد کرنے میں بلند مقام رکھتا ہے۔ فرمایا کہ میں ۷۸۵ ہجری میں سلطان ظاہر برقوق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میلاد کی رات الجبل العلیہ کے قلعہ میں حاضر ہوا۔ وہاں وہ کچھ دیکھا جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور بہت زیادہ خوش کیا اور کوئی چیز مجھے بری نہ لگی۔ میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا جو بادشاہ نے اس رات قراء اور موجود واعظین نعت خواناں (شعراء) اور ان کے علاوہ کئی اور لوگوں

بچوں اور معروف خدام پر تقریباً دس ہزار مثقال سونا، خلعتیں، انواع و اقسام کے کھانے، مشروبات، خوشبوئیں، شمعیں اور دیگر چیزیں دیں۔ جن کے باعث وہ اپنی معاشی حالت درست کر سکتے تھے۔ اس وقت میں نے ایسے پچیس خوش الحان قراء شمار کیے جو اپنی مسحور کن آواز سے سب پر فائق رہے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو سلطان اور اعیان سلطنت سے بیس کے قریب خلعتیں لئے بغیر سٹیج سے اترا ہو۔

## شاہان اندلس اور محفل میلاد کا انعقاد

(ترجمہ):۔ سلاطین اندلس اور شاہان بلاد مغرب (یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ) پر رات کو قافلے کی صورت نکلتے جس میں بڑے بڑے ائمہ وعلماء شامل ہوتے۔ راستے میں جگہ جگہ سے لوگ ان کے ساتھ ملتے چلے جاتے اور یہ سب اہل کفر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے۔ میرا گمان غالب ہے کہ اہل روم بھی ان سے کسی طرح پیچھے نہیں تھے اور وہ بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح محافل میلاد منعقد کرتے تھے اور بلاد ہند میں میلاد النبی ﷺ کی تقریبات جیسا کہ بلند پایہ نقاد علماء اور اہل قلم حضرات نے مجھے بتایا ہے ہندوستان کے لوگ دوسرے ممالک کی نسبت بڑھ چڑھ کر ان مقدس اور بابرکت تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں۔

## اہل مکہ کی طرف سے محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

(ترجمہ):۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ خیر و برکت کی کان ہیں۔ وہ اس مشہور مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی جائے ولادت ہے۔ یہ سوق اللیل میں واقع ہے (متوجہ اس لئے ہوتے ہیں) تاکہ ان میں سے ہر کوئی اپنے مقصد کو پالے۔ یہ لوگ عید (میلاد) کے دن اس اہتمام میں مزید اضافہ کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی نیک یا بد، سعید یا شقی اس اہتمام سے پیچھے رہ جائے۔ خصوصاً امیر حجاز (شریف مکہ) بلا تردد (بخوشی) شرکت کرتے ہیں اور امیر حجاز (الشریف) کی آمد پر اس جگہ ایک مخصوص نشان بنایا جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں نہ تھا اور مکہ کے قاضی اور عالم ''البرہانی الشافعی'' نے بے شمار زائرین، خدام اور حاضرین کو کھانا اور مٹھائیاں کھلانے کو پسندیدہ قرار دیا ہے اور وہ (امیر حجاز) اپنے گھر میں عوام کے لئے وسیع و عریض دسترخوان بچھاتا ہے۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ آزمائش اور مصیبت ٹل جائے اور اس کے بیٹے ''الجمائی'' نے بھی خدام اور مسافروں کے حق میں اپنے والد کی اتباع کی ہے۔

## اہل مدینہ کی طرف سے محفل میلاد کا انعقاد

(ترجمہ):۔ اہل مدینہ (اللہ ان کو زیادہ کرے) بھی اسی طرح محافل منعقد کرتے ہیں اور اس طرح کے امور بجالاتے ہیں اور بادشاہ مظفر شاہ اربک رحمتہ اللہ علیہ اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ اہتمام کرنے والا تھا (جو کہ امام نووی کے شیوخ میں سے ہیں اور صاحب استطاعت بزرگ ہیں)۔ علامہ ابوشامہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الباعث علی البدع والحوادث'' میں اہتمام پر اس

(بادشاہ) کی تعریف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اس طرح کے اچھے امور اس (بادشاہ) کو پسند تھے وہ ایسے افعال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتا تھا۔ امام جزری اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گوان امور کی بجا آوری سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کی شادمانی و مسرت ہی مقصود ہو۔ آگے مزید فرماتے ہیں کہ جب عیسائی اپنے نبی کی شب ولادت کو بہت بڑے جشن کے طور پر مناتے ہیں تو اہل السلام حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کے یوم ولادت پر بے پناہ خوشی و مسرت کا اظہار کریں۔

## ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی حتمی رائے

آیت لقد جاء کم رسول میں اس امر (یعنی میلاد مصطفیٰ ﷺ) کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور حضور ﷺ کے وقت ولادت کی تعظیم و تکریم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فرمایا بنابریں اس روز وہی اعمال بجالانے چاہئیں جن سے اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کا مفہوم پایا جائے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)۔ جہاں تک سماع اور لہو وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ کہنا مناسب ہے کہ جو توالی (سماع) اصل میں جائز ہے اور اس دن کی خوشی کے اظہار میں مددگار ہے تو اس کو اس سے ملانے میں حرج نہیں اور جو مکروہ و حرام ہے وہ منع ہے۔ یونہی جس کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ہو بلکہ ہم تو اس مہینے کی تمام راتوں اور دنوں میں محفل میلاد کے انعقاد کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں مصر و شام کے بہت بڑے قاضی ''ابن جماعہ'' کی تائید اس عمل کے بارے میں یوں ملتی ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں تھے تو حضور ﷺ کے میلاد کا کھانا تیار کراتے' لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے اگر مجھے اس سے زیادہ استطاعت ہو تو میں پورا مہینہ ہر روز یونہی میلاد شریف کی محفل منعقد کرتا رہوں۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں جب میں خود ایسی ضیافت کا اہتمام نہ کرسکا تو یہ اوراق لکھنے بیٹھ گیا تا کہ یہ ایسی معنوی' نوری ضیافت ہو جائے جو صحیفہ کائنات پر رہتی دنیا تک باقی رہے۔ کسی سال مہینے سے مختص نہ ہو اور اس لئے میں نے اس کتاب کا نام ''المورد الروی فی مولد النبی'' رکھا ہے۔

## مشہور محدث امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ ہمیشہ مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' مصر' شام' یمن غرض شرق سے غرب تک تمام بلاد عرب کے باشندے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے۔ جب ربیع الاول کا چاند دیکھتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔ چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے۔

## امام نووی کے شیخ امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ شہر ''اربل'' کو خدا تعالیٰ حفظ و امان عطا کرے۔ اس بابرکت شہر میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اظہار فرحت و سرور کے لئے صدقات و خیرات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' نیک کام کئے جاتے ہیں' صاف ستھرے لباس پہنے جاتے ہیں۔ یہ ایک حسین ترین طریقہ ہے جو اگرچہ نو

ایجاد ہے مگر اس کے حسین ہونے میں کلام نہیں کیونکہ اس سے جہاں ایک طرف غرباء و مساکین کا بھلا ہوتا ہے وہاں اس سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ محبت کا پہلو بھی نکلتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اظہار شادمانی کرنے والے کے دل میں اپنے نبی کی بے حد تعظیم پائی جاتی ہے اور ان کی جلالت و عظمت کا تصور موجود ہے گویا وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس نے بے پایاں رحمت عطا فرمائی اور وہ محبوب ان کو دے دیا جو تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم ہے۔

امام سخاوی (صاحب المقاصد الحسنہ)

(ترجمہ):۔ دنیا کے کونے کونے اور مختلف ممالک میں بسنے والے تمام اہل اسلام ہمیشہ سے ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی یاد مناتے ہیں۔ اس موقعہ پر وہ تمام نیک کام کرتے آئے ہیں جو خوشی، نیکی اور محبت کا مظہر ہوتے ہیں چنانچہ صدقات و خیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ میلاد کے چرچے کرتے ہیں، جن کی برکات ان پر بہر طور ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں۔ اس طرح ان کی دیکھا دیکھی یا حضور ﷺ کی محبت و تعظیم کے باعث بعض لوگ ولادت باسعادت کا دن مناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پیار و محبت اور اہتمام کوشش پر جزا دینے والا ہے۔ چنانچہ اس دن کو اہتمام سے منانا اور اس کی تعظیم کرنا، حسن نیت اور حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اجر عظیم کا باعث ہو سکتا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ ہمارے ہاں میلاد و اذکار کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ زیادہ تر بھلے کاموں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مثلاً ان میں ذکر کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور صدقات دیئے جاتے ہیں یعنی غرباء کی امداد کی جاتی ہے۔

امام نصیر الدین ابن اطباخ رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ کسی شخص نے میلاد کی شب لوگوں کو جمع کیا انہیں حلال و طیب کھانے کھلائے اور صحیح روایات سے ثابت واقعات سنانے کا اہتمام کیا۔ اگر یہ سب کچھ میلاد پاک کی خوشی میں ہے اور اس کی نیت صحیح ہے تو یہ سب کچھ جائز ہے اور ایسا کرنے والے کو ثواب ملے گا۔

امام جلال الدین کتانی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن بڑا ہی مقدس، بابرکت اور قابل تکریم ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان اور آپ ﷺ کو ماننے والا آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی منائے تو وہ نجات و سعادت حاصل کر لیتا ہے اور اگر ایسا شخص خوشی منائے جو مسلمان نہیں

اور دوزخ میں رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو تو اس کا عذاب کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے خوشی اور مسرت کا اظہار اور اپنی حیثیت کے مطابق خصوصی اہتمام بہت ہی مناسب ہے۔

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں' صدقات و خیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان دنوں کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔ اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں (ماثبت من سنتہ)۔

## حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا' لیکن ایک سال (بوجہ عسرت) کھانے کا اہتمام نہ کر سکا' مگر میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ خوش و خرم تشریف فرما ہیں (الدر الثمین)۔

## شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

(ترجمہ):۔ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا' بہر حال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کون سا معاملہ تھا (فیوض الحرمین)۔

## حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود نہ ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر اہتمام تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزماں و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں

(شائم امدادیہ 94)۔آپ آگے چل کر لکھتے ہیں امولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اس قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔البتہ جو زیادتیاں لوگوں سے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں (شائم امدادیہ 87, 88)۔مشہور کتابچہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فرماتے ہیں۔فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے' بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہے اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہے۔

## مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں' خلاف شرع کہتے ہیں۔دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں۔جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین' بصرہ' شام' یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور خیر کرتے ہیں اور قرأت اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہئے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں (فتاوی عبدالحی ۲:۲۸۳)۔

## امام قطب الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل مکہ کا جشن میلاد

(ترجمہ):۔صدیوں سے اہل مکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے رہے ہیں۔اس کی تفصیل یوں ہے۔۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا ہے۔تمام علاقوں کے علماء' فقہاء' گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزارتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں' فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں (یہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے) وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے کہ جگہ نہیں ملتی۔پھر عالم دین وہاں خطاب کرتے۔تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے۔واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام میں ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا۔پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی۔اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں' شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

## مفتی عنایت اللہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل حرمین کا معمول میلاد

حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلامیہ میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے مولود شریف پڑھتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا

شیرینی کھاتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیم ہے اور سبب ہے ازدیار محبت جناب رسول اللہ ﷺ کا بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد نبوی شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں یہ مکان ولادت آنحضرت ﷺ (تاریخ حبیب الٰہ ۱۵)۔

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

میلادخوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی فعل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ان کو ناجائز کہنے کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہئے۔مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے۔یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کبھی اس طور سے میلادخوانی کی نہ جلوس نکالا ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اور اس کو ناجائز نہیں کرسکتا (فتاوی مظہری ۴۳۵'۴۳۶)۔

شیخ محمد بن علوی المالکی المکی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

(ترجمہ):۔بے شک میلاد النبی کی محفل حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی و مسرت سے عبارت ہے اور اس اظہار خوشی پر تو کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ سوموار کے روز اس لئے ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دینے کی بناء پر (اظہار مسرت کی وجہ سے) آزاد کر دیا تھا۔

مکہ معظمہ میں جشن میلاد النبی ﷺ کی اخباری رپورٹ ۱۹۱۷

گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جب کہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی ﷺ پر مبارک باد دینے لگے۔مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلے پر ادا کی۔نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف کو عید میلاد کی مبارک باد دی۔پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے۔نبی کریم ﷺ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبی ﷺ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبی ﷺ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرت احمد ﷺ بیان کی۔جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے اور ایک عالم سکوت تھا جو تمام محفل پر طاری تھا۔ایسے متبرک مقام کی بزرگی کسی کو حرکت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی تھی اور اس یوم سعید کی خوشی ہر شخص کو بے حال کئے ہوئے تھی۔اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی۔جس میں عالم انسانی کے

اس انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاصۃ الوجود ذات تھی ﷺ۔ آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر سب نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی۔ پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشاء ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان میں مقررہ سالانہ بیان میلاد سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے اخلاق و اوصاف نبی اکرم ﷺ بیان کئے۔

عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں' دفاتر اور مدارس بھی بارہویں' ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اس سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے (ماخوذ از اخبار' القبلہ' مکہ مکرمہ) (ماہنامہ "طریقت" لاہور مارچ ۱۹۱۷:۲۱'۲۲'۲۳)۔ باری تعالیٰ نے خود ولادت محمدی ﷺ کے موقع پر بزم کائنات میں جشن کا سماں پیدا فرمایا تاکہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی اور جشن سنت الٰہیہ قرار پا جائے۔ اس کی تفصیلات ہماری دیگر تصانیف میں ملاحظہ فرمائیں' یہاں ہم صرف اشارات سے کام لیتے ہیں۔

☆ ولادت محبوب ﷺ کے وقت ستاروں کو نیچے اتار کر دنیا میں چراغاں کیا گیا۔
☆ مشرق و مغرب تک پوری زمین بقعہ نور بنا دی گئی حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے شام کے محلات تک دیکھ لئے۔
☆ آسمان اور جنت کے سب دروازے کھول کر عالم بالا کو خوشبوؤں سے مہکا دیا گیا۔
☆ مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر پرچم لہرا دیئے گئے۔
☆ ستر ہزار حوران بہشت کو استقبال کے لئے فضا میں نیچے اتارا گیا اور ان میں سے کئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر مامور کی گئیں۔
☆ ہزارہا فرشتوں کو بھی استقبال پر مامور کر دیا گیا۔
☆ جنتی پرندے بھی استقبال کے لئے نیچے اتار دیئے گئے۔
☆ وقت ولادت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو مبارکبادی کا جنتی مشروب پلایا گیا۔
☆ شب ولادت قریش مکہ کے سب جانوروں کو بھی میلاد محبوب ﷺ کی خوشی کے اظہار کے لئے زبان دے دی گئی۔
☆ شب ولادت تمام ملائکہ امر الٰہی سے نیچے اتر کر ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے۔
☆ یوم میلاد سورج کو بھی غیر معمولی نور سے نوازا گیا۔
☆ وقت ولادت پہاڑوں' دریاؤں اور سمندروں نے بھی اپنے اپنے حال میں خوشیاں منائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں۔ دریاؤں اور سمندروں کی سطح تموج کے ساتھ خاصی اونچی ہو گئی اور سمندری مخلوق نے بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

☆ ولادت محبوب کریم ﷺ کی خوشی میں اللہ قادر و کریم نے سال بھر عرب کی عورتوں کو بیٹے عطا فرمائے تا کہ اس سال جاہلیت عرب کے ظالمانہ دستور کے مطابق کوئی بیٹی ناحق قتل نہ ہو۔

☆ میلاد محبوب کریم ﷺ کی خوشی میں عرب کے درخت پھلوں سے لا دیئے گئے' سوکھے ہوئے کھیت ہرے بھرے ہو گئے اور قحط کو ہریالی و شادابی سے بدل دیا گیا۔

☆ شب میلاد آسمانوں پر زبرجد اور یاقوت کے مینار بنا کر روشن کئے گئے جو شب معراج محبوب کریم ﷺ کو دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی ولادت کی رات سے روشن ہیں۔

☆ شب میلاد جنت میں نہر کوثر کے کناروں پر ستر ہزار عطر بیز درخت اگائے گئے اور انہیں پھلوں سے لادا گیا۔ الغرض باری تعالیٰ نے عالم کون و مکان میں اپنی شان قدرت کے لائق جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ منایا اور اس عمل کو اپنی سنت قرار دیا۔

محترم قارئین کرام! ماہ ربیع الاول میں بالعموم اور بارہ ربیع الاول کو بالخصوص رحمت دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں پورے عالم اسلام میں محافل میلاد منعقد کی جاتی ہیں۔ جان کائنات ﷺ کا میلاد منانا جائز و مستحب ہے اور اس کی اصل قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ'' (سورۃ ابراہیم)۔

☆ امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے دن ہیں۔ ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت محبوب کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ اللہ قادر و کریم نے فرمایا۔ ''بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان پر انہیں میں سے ایک رسول بھیجا'' (سورۃ آل عمران)۔ رحمت دو جہاں ﷺ تو وہ عظیم نعمت ہیں کہ جن کے ملنے پر رب تعالیٰ نے خوشیاں منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ارشاد ہوا ''(اے حبیب ﷺ!) آپ فرماؤ (یہ) اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت (سے ہے) اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں' وہ (خوشی منانا) ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے'' (سورۃ یونس ۵۸)۔ ایک اور مقام پر نعمت کا چرچا کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو'' (سورۃ الضحیٰ)۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عید میلاد منانا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانا بھی ہے' اس کی نعمت عظمیٰ کا چرچا کرنا بھی اس نعمت کے ملنے کی خوشی ہے۔ اگر ایمان کی نظر سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ہے اور محبوب کریم ﷺ کی سنت بھی سورۃ آل عمران کی آیت ۸۱ ملاحظہ کیجئے۔ رب ذوالجلال نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی محفل میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی آمد اور فضائل کا ذکر فرمایا' گویا یہ سب سے پہلی میلاد تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا اور اس محفل کے شرکاء صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ محبوب کریم ﷺ کی

عید میلاد النبی ﷺ انعام الٰہی

دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔ جان رحمت ﷺ کے مبارک زمانہ کی چند محافل میلاد کا ذکر ملاحظہ فرمایئے۔ مالک دو جہاں ﷺ نے خود مسجد نبوی میں منبر شریف پر اپنا ذکر ولادت فرمایا (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)۔

☆ رحمت کائنات ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے منبر پر چادر بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھی، پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۶۵)۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ کے میلاد پر مبنی اشعار پیش کیے۔

اسی طرح حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ، سواد بن قارب، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتیں کتب احادیث وسیرت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں لہٰذا تیسری عید عید حرام ہے (معاذ اللہ)۔ اس نظریہ کے باطل ہونے کے متعلق قرآن کریم سے دلیل لیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک (کھانے کا) خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی'' (سورۃ المائدہ)۔ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی ''ہم اس کے نزول کے دن کو عید منائیں۔ اس کی تعظیم کریں۔ خوشیاں منائیں۔ تیری عبادت کریں۔ شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکر بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرحت اور سرور کرنا اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے (تفسیر خزائن العرفان)۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی تلاوت فرمائی تو ایک یہودی نے کہا ''اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے''۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ آیت جس دن نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں عید جمعہ اور عید عرفہ'' (ترمذی)۔ پس قرآن وحدیث سے ثابت ہوگیا کہ جس دن کوئی خاص نعمت نازل ہو اس دن عید منانا جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ چونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ رحمت دو جہاں ﷺ ہی کے صدقے میں ملی ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کا یوم میلاد بدرجہ اولیٰ عید قرار پاتا ہے۔

عید میلاد پر ہوں قربان ہماری عیدیں
کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اکابر محدثین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شب میلاد مصطفیٰ ﷺ شب قدر سے افضل ہے۔ کیونکہ شب قدر میں قرآن نازل ہوا اس لئے وہ ہزار مہینوں سے بہتر قرار

پائی تو جس شب میں صاحب قرآن آیا وہ کیونکر شب قدر سے افضل نہ ہوگی؟ (ما ثبت)۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

صحیح بخاری جلد دوم میں ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا۔ مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا' تم سے جدا ہوکر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں کیونکہ میں نے محمد ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ امام ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب راحت جاں ﷺ کے میلاد کی خوشی کی وجہ سے ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے حالانکہ اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو محبوب کریم ﷺ کے مومن امتی کا کیا حال ہوگا جو میلاد کی خوشی میں حضور ﷺ کی محبت کے سبب مال خرچ کرتا ہے۔ اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب رسول ﷺ کا جشن عید میلاد کیسے منایا؟ سیرت طیبہ جلد اول صفحہ ۷۸ اور خصائص کبریٰ پر یہ روایت موجود ہے کہ اس سال نور مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کی برکت سے رب کریم نے ویران زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی' سوکھے درخت پھلوں سے لد گئے اور اہل قریش خوشحال ہو گئے۔ اہل سنت اسی مناسبت سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں اپنی استطاعت کے مطابق کھانے' شیرینی اور پھل وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ عید میلادالنبی ﷺ کے موقع پر شمع رسالت کے پروانے چراغاں بھی کرتے ہیں۔ اس کی اصل مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ہیں:۔

☆ مالک کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے (مشکوۃ)۔

☆ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''جب آپ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق سے مغرب تک ساری کائنات روشن ہو گئی (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۰۲)۔ ہم تو عید میلاد کی خوشی میں اپنے گھروں اور مساجد پر چراغاں کرتے ہیں' خالق کائنات نے قمقمے بنا کر کائنات کو روشن کر دیا۔

☆ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں۔ ''جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی' میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے روشن ہو گیا اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں'' (زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۱۱۴)۔

☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''میں نے تین جھنڈے بھی دیکھے ایک مشرق میں گاڑا گیا تھا' دوسرا مغرب میں اور تیسرا جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا (سیرت طیبہ جلد اول ص ۱۰۹)۔ اس سے میلاد محبوب ﷺ کے موقع پر جھنڈے لگانے کی اصل بھی ثابت ہوئی۔

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس بھی نکالا جاتا ہے اور نعرۂ رسالت بلند کئے جاتے ہیں۔ اس کی اصل یہ حدیث پاک ہے کہ جب رحمت کائنات ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہلیان مدینہ نے جلوس کی صورت میں استقبال کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام گلیوں میں پھیل گئے۔ یہ سب باآواز بلند کہہ رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) (صحیح مسلم جلد دوم باب الہجرۃ)۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے بعد اب چند تاریخی حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ جن سے ثابت ہو جائے گا کہ محافل میلاد کا سلسلہ عالم اسلام میں ہمیشہ جاری ہے۔

☆ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۹۸ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''مکہ مکرمہ' مدینہ طیبہ' یمن' مصر' شام اور تمام عالم اسلام کے لوگ مشرق سے مغرب تک ہمیشہ سے حضور نبی پاک ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتی ہیں'' (المیلاد النبوی ص ۵۸)۔

☆ امام ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۸۲ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''محافل میلاد و اذکار اکثر خیر ہی پر مشتمل ہوتی ہیں کیونکہ ان میں صدقات' ذکر الٰہی اور بارگاہ نبوی ﷺ میں درود و سلام پیش کیا جاتا ہے'' (فتاوی حدیثیہ ص ۱۲۹)۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''میرے نزدیک میلاد کے لئے اجتماع تلاوت قرآن' حیات طیبہ کے واقعات اور میلاد کے وقت ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعات حسنہ میں سے ہے۔ جن پر ثواب ملتا ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہوتا ہے''۔

☆ امام قسطلانی شارح رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۲۳ ہجری) فرماتے ہیں۔ ''ربیع الاول میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل منعقد کرتے رہے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے سارا سال امن سے گزرتا ہے اور ہر مراد جلد پوری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہ میلاد کی ہر رات کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض و عناد ہے'' (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۲۷)۔

☆ شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۷۶ ہجری) فرماتے ہیں کہ میں ہر سال میلاد شریف کے دنوں میں کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلوایا کرتا تھا۔ اس سال قحط کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا۔ میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو خواب میں آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ وہی بھنے ہوئے

پچنے سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ بے حد خوش اور مسرور ہیں (الدر الثمین ص ۸)۔ ان دلائل و براہین سے ثابت ہو گیا کہ میلاد النبی ﷺ کی محافل منعقد کرنے اور میلاد کا جشن منانے کا سلسلہ امت مسلمہ میں صدیوں سے جاری ہے اور اسے بدعت حرام کہنے والے دراصل خود بدعتی و گمراہ ہیں۔

## عظمت میلاد محبوب کریم ﷺ

محفل میلاد کی مخالفت میں کئی بد باطن لوگوں نے عجیب و غریب اعتراضات کے ہیں مگر دو پمفلٹ جو مخالفت میں قاضی محمد یونس انور اور انجینئر عبدالقدوس سلفی نے لکھے ہیں یہ تو ان کی لاعلمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔انہوں نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں جو غلط فہمی پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔اس میں انہوں نے مندرجہ ذیل باتیں لکھی ہیں۔

۱۔ محفل میلاد کا کتاب و سنت اور قرون اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں۔
۲۔ محفل میلاد کا بانی ایک بے دین حاکم تھا۔
۳۔ محفل میلاد پر سب سے پہلی کتاب لکھنے والا شخص جھوٹا اور کذاب تھا۔
۴۔ آپ ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں۔
۵۔ اسے عید کے نام سے تعبیر کرنا حرام ہے۔

اس مضمون میں ان لایعنی اعتراضات کا جواب ہے جو انشاء اللہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مسلمانوں کے ہاں میلاد یا جشن سے مراد فقط یہ ہے کہ جان رحمت ﷺ کے ذکر پاک کے لئے اجتماع منعقد کرنا' اس میں آپ ﷺ کے کمالات و درجات کا بیان' آپ ﷺ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ' ولادت کے موقع پر عجائبات کا تذکرہ' خوشی میں جلوس نکالنا' لوگوں کو شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی کرنا ہے۔قرآن پاک نے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تعالیٰ نے منعقد کیا اس کی تفصیلات میں بتایا کہ اس اجتماع میں حاضرین و سامعین تمام انبیاء علیہ السلام تھے۔اس محفل کا موضوع فضائل و شمائل محبوب ﷺ ہی تھا۔انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ کے بارے میں عہد لیا اور اس عہد پر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ کی ذات بھی گواہ بنی۔اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔و اذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما" اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ پاک نے تمام انبیاء (علیہم السلام) سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول (ﷺ) آ جائے جو تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کریں تو تم نے ان پر ضرور ایمان لانا ہو گا اور ان کا معاون بننا ہو گا۔فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو سب نے اس کا اقرار کیا"(القرآن)۔

گویا ذکر محبوب کریم ﷺ کے لئے محفل کا انعقاد سنت الٰہیہ ہے اور سب سے پہلی محفل خود اللہ کریم نے

منعقد فرمائی۔ قرآن پاک نے انسان پر کی گئی مختلف نعمتوں کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے اور انہیں بے حدو بے شمار کہتے ہوئے ارشاد فرمائے۔ وان تعد و انعمة الله لا تحصوها ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے'' مگر اللہ پاک نے کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔ صرف اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا جو اپنے محبوب ﷺ کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔ لقد من الله على المومنين اذبعث فيهم رسولا ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب رسول (ﷺ) بھیج کر مومنوں پر احسان کیا ہے''۔ کیا اس احسان کا ذکر شکر امت مسلمہ پر لازم نہیں ہے؟ یقیناً لازم ہے بلکہ اس عظیم نعمت کے ذکر و شکر کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے واما بنعمت ربك فحدث ''اور اپنے رب کی دی ہوئی نعمت کا تذکرہ کرو''۔ اس کی صورت ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر اللہ کریم کی عظیم نعمت پر اس کی حمد وثنا کریں اور بھیجے گئے محبوب کریم ﷺ کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں۔ جیسے جیسے لوگ آپ ﷺ کے کمالات و مقامات عالیہ سے آگاہ ہوں گے۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر شکر کے جذبات اجاگر ہوں گے کہ ہمیں اس نے اتنا عظیم رسول عطا فرمایا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ملاحظہ ہو۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن محبوب کریم ﷺ اپنے حجرہ انور سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ ما اجلسكم انہوں نے عرض کیا۔ جلستا تذكر الله و حمده على۔ آپ ﷺ نے ان کلمات کو سن کر ارشاد فرمایا۔ ان الله عزوجل يبامى بحكم الملئكة ''تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے''۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل تھے۔ دوسرے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے۔ تیسرے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ روح اللہ تھے۔ ایک نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا۔ اتنے میں جان رحمت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا۔ وہ سب درست ہے اور میرے بارے میں سن لو۔ الا وانا حبيب الله ولا فخر ''میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں کرتا'' (مشکوٰۃ المصابیح)۔

غور کیا آپ نے یہ محفل میلاد نہیں تو اور کیا ہیں؟ اگر ایسی محافل جائز نہ ہوتیں تو آپ ﷺ منع فرما دیتے بلکہ آپ ﷺ نے تو ان محافل کی فضیلت بیان فرمائی کہ ان پر اللہ تعالیٰ فخر فرما رہا ہے اور خود بھی اس میں شرکت فرما کر ان کا مقام واضح فرمایا۔ ہم اس جگہ میلاد کی خوشی میں راحت جاں ﷺ کے دو اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے اسلاف نے محفل میلاد کے انعقاد پر استدلال کیا ہے۔

☆ آپ ﷺ ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس روزہ کے بارے

میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ فاك يوم فيه ولدت و فيه انزل (المسلم) ''فرمایا یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا''۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک محفل میلاد کی اصل احادیث میں آپ ﷺ کا یہ عمل ہے کہ مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کیئے۔ بعض لوگوں نے محبوب کریم ﷺ کے اس عمل کو عقیقہ قرار دیا تھا۔ لیکن امام موصوف اس کا رد کرتے ہوئے رقم طراز ہین کہ عقیقہ تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کر چکے تھے۔ اور عقیقہ زندگی میں دوبارہ نہیں کیا جاتا اس لئے آپ ﷺ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ جان رحمت ﷺ نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا کہ اس نے آپ ﷺ کو رحمتہ اللعالمین ﷺ بنا کر بھیجا اور اپنی امت کے لئے اسے مشروع بنانے کے لئے بھی آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ آپ ﷺ کے دونوں اعمال ملاحظہ کرنے والا از خود اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ یہ دونوں اعمال آپ ﷺ نے ولادت کی خوشی میں کیئے۔ جب آپ ﷺ کا مبارک عمل ہمارے سامنے ہے تو اس کے بعد کسی قرون اولیٰ کا تقاضا ہے۔ اگر سابقہ دلائل سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو قرآن کریم کی یہ آیت مبارک واضح طور پر آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کرنے کا حکم دے رہی ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ قل بفضل الله وبرحمة فبذالك فليفرحو اهو خير مما يجمعون ''آپ ﷺ فرمادیجئے کہ یہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہے پس اس پر خوشی کا اظہار کرو یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو'' (یونس ۱۰۔۵۸)۔ اس آیت قرآنی کا ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب اللہ پاک کی رحمت اور فضل میسر آئے تو اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ بندے کے لئے اللہ پاک کے فضل و کرم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ کریم کی سب سے عظیم رحمت اور ہم پر سب سے بڑا فضل کیا ہے؟ اس بات پر تمام امت متفق ہے کہ اللہ پاک کا سب سے بڑا فضل آپ ﷺ کی ذات پاک ہے ہم اس پر تین شہادتیں قرآن کریم سے ہی دیتے ہیں۔

☆ سورۃ احزاب میں آپ ﷺ کے صفات مبارک، شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر بیان کر کے فرمایا۔ بشر المومنين بان لهم من الله فضلا كبيرا ''مومنوں کو بشارت دے دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے فضل کبیر ہے''۔ گویا یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اتنی شانوں والا پیغمبر تمہیں عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔

☆ دوسرے مقام پر سورۃ انبیاء میں مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ وما ارسلنك الا رحمة اللعالمين ''ہم نے آپ (ﷺ) کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ کے ذریعے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو سراپا رحمت قرار دے رہے ہیں۔

☆ تیسرے مقام پر قرآن مجید نے آپ ﷺ کے درجات علمی کا ذکر فرمایا۔ وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ''اللہ پاک نے آپ (ﷺ) کو وہ سکھا دیا جو نہیں جانتے تھے اور اللہ پاک کا آپ (ﷺ) پر سب سے بڑا فضل ہے''۔ غور کیجئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ بلا اختلاف حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل ترین فضل ہیں۔ اس لئے اس آیت مبارکہ سے بدلالتہ النص یہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہا ہے۔ آگے چل کر اس پر دیگر قرآنی آیات سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سیاق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قران مجید مراد ہے۔ لیکن اگر ایسے معنی عام لئے جائیں کہ قرآن مجید اس کا ایک فرد رہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ فضل و رحمت سے حضور ﷺ کا قدم مبارک لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں۔ خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور ان میں قرآن بھی ہے۔ سب اس میں داخل ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا وجود باجود اصل ہے۔ تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا۔ پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جانے گی۔ پس اس تفسیر کی بنا پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالیٰ ارشاد فرمار ہے ہیں کہ حضور ﷺ کے وجود (وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ ہمارے لئے نعمتوں کا واسطہ ہیں۔

دوسری تمام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے۔ جس کا حضور ﷺ سے ہم کو پہنچانا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل اصول تمام مراد فضل و رحمت کی حضور پاک ﷺ کی ذات بابرکات ہوئی۔ پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور مسرت ہو کم ہے (مجموعہ خطبات بنام میلاد النبی ﷺ از مولانا اشرف علی تھانوی ۱۲۰۔۱۲۱ مطبوعہ جمیل کتب خانہ لاہور)۔

تو جب قرآن وحدیث میں آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے تو اب شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ماحول اور علاقے کے خوشی کے طریقوں کے مطابق خوشی کا اظہار جائز ہوگا۔ مثلاً جلوس نکالنا' چراغاں کرنا وغیرہ اور ان چیزوں پر احادیث میں استدلال موجود ہے۔ کیا آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر آسمان کے ستارے آپ ﷺ کے مکان کے قریب نہیں آگئے تھے۔؟

☆ حضرت عثمان ابوالعاص کی والدہ حضرت فاطمہ بیان کرتی ہیں۔ ''آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے موقع پر میں موجود تھی آپ ﷺ کا گھر نور سے معمور ہو گیا ستارے گر کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مجھ پر گر جائیں گے'' (بیہقی وطبرانی)۔

☆ کیا ولادت کے موقعہ پر فرشتوں نے مشرق ومغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے نہیں گاڑے تھے؟ کیا

جلوس کی صورت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں فرشتے' انبیاء اور حوران بہشت مبارک باد دینے نہیں آئے تھے/ اگر ان چیزوں کو پڑھنا دشوار ہو تو کم از کم کتب سیرت میں وہ منظر ہی پڑھ لیں جو مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کی آمد کے موقعہ پر اہل مدینہ نے استقبال کرتے ہوئے پیش کیا۔ کیا وہ خوشی کا اظہار نہیں تھا' کیا وہ جلوس نہیں تھا کیا اس میں نعت خوانی نہیں ہوئی' کیا اس میں جھنڈے نہیں تھے' کیا اس میں اجتماعی طور پر خوشی کے ترانے نہیں پڑھے گئے' کیا اس میں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے نعرے نہیں لگے' کیا ''یا محمد'' ''یارسول اللہ'' کے آوازوں سے شہر مدینہ کے در و دیوار گونج نہیں اٹھے تھے؟ اگر ان تمام چیزوں کا ثبوت موجود ہے اور یقیناً ہے تو پھر آج یہ چیزیں بدعت اور خلاف شرع کیوں ہو گئیں۔ جبکہ بانی شریعت کے سامنے یہ ادا کی گئیں۔ اس کے بعد بھی قرون اولیٰ سے ثبوت کی ضرورت ہے۔ تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

اب آیئے دوسرے اور تیسرے سوال کی طرف کہ وہ حاکم وقت اور عالم دین ظالم اور کذاب تھے۔ اس سلسلے میں اولین گزارش تو یہ ہے کہ جب محفل میلاد قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو اس کے بعد کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے بارے میں جو کچھ معترضین نے تحریر کیا ہے کیا یہ تمام علماء کی متفقہ رائے ہے۔ اگر نہیں تو پھر دیانت داری کا تقاضہ یہ تھا کہ ان کے بارے میں دوسری رائے بھی لکھی جاتی تا کہ قارئین کے لئے رائے قائم کرنا آسان ہوتا۔ اگر فتاویٰ رشیدیہ اور تاریخ میلاد کے ساتھ ساتھ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کا ہی مطالعہ کر لیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ ہم ان کے بارے میں تین مسلمہ بزرگوں کی رائے تحریر کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کہیں۔ حافظ ابن کثیر کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ بادشاہ مظفر ابوسعید ربیع الاول میں ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتے اور نہایت بہادر' جرأت مند' دانا اور عادل حاکم تھے (الحاوی جلد ۱)۔

۲۔ امام جلال الدین سیوطی حسن المقصد میں لکھتے ہیں۔ اربل کا حاکم مظفر ابوسعید ان حکمرانوں میں سے ایک ہے جو نہایت ہی صاحب شرافت اور بڑے سخی شخصیت ہیں اور ان کے لئے نہایت ہی اچھے آثار ہیں۔

۳۔ مراۃ الزمان میں سبط ابن الجوزی رقم طراز ہیں کہ محفل میلاد پر کثرت کے ساتھ خرچ کرنے کے علاوہ مہمان نوازی پر ہر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا اور اس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ تھے۔

اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا۔ حرمین کی نگہداشت اور حجاج کے لئے پانی مہیا کرنے کے لئے تین ہزار دینار سالانہ خرچ کرتا۔ یہ ان صدقات کے علاوہ ہے جو وہ مخفی طور پر خرچ کیا کرتا۔ اس کی اہلیہ ربیعہ خاتون بنت ایوب (جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی)

بیان کرتی ہے کہ میرے خاوند کی قمیص مرے کہ در کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی۔ ایک بار میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ میرے لئے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ وخیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ قیمتی لباس پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیر باد کہہ دوں۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص ایسے حاکم کو عیاش اور ظالم کہتا ہے تو اسے اپنی قبر یاد رکھنی چاہئے اور اس دن کا انکار کرنا چاہئے جب تمام حقائق سامنے آ جائیں گے۔ رہا معاملہ شیخ الحافظ ابوالخطاب بن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو وہ بھی مسلم فاضل ہے ان کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وہ نہایت ہی جید عالم اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے۔ اگر مومنوں نے محبوب کریم ﷺ کے فضائل و شمائل پر کتاب لکھی اور حاکم وقت نے ایک ہزار دینا بطور انعام پیش کیا تو اس میں کیا حرج ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ کیا محفل میلاد منعقد کرنے والے اور اس پر مواد مہیا کرنے والے صرف یہی حضرات ہیں۔ اگر اس موضوع پر کام کرنے والوں کے اسماء لکھے جائیں تو اس کے لئے الگ دفتر درکار ہوگا۔ کچھ آئمہ امت اور ان کی اس موضوع پر کتب مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ حسن المقصد فی عمل المولد۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ جزئی المولد الشریف۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ مولا النبی ﷺ۔ حافظ ابن کثیر۔

۵۔ المورد الہنی فی المولد النبی۔ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۔ جامع الآثار فی المولد النبی المختار۔ حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ۔

۷۔ عرف التعریف بالمولد الشریف۔ امام شمس الدین ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ ہمارے مسلمہ آئمہ ہیں۔ تمام اپنے اپنے وقت کے عظیم فقیہ اور محدث تھے۔ کیا یہ سب ظالم اور کذاب تھے؟ اب اپنا جملہ (آپ نے دیکھ لیا کہ محفل میلاد کا مواد فراہم کرنے والا شخص کس قدر کذاب اور بے دین ہے) پڑھیں اور غور کریں کہ اس کی زد کس کس پر آتی ہے۔ رہا چوتھا سوال کہ آپ ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ضرور ہے مگر جمہور کی رائے یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہی ہے۔ ہم یہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اکتفا کرتے ہیں۔ "ماثبت السنہ" اور "مدارج النبوت" میں آپ لکھتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کی ولادت کا دن کونسا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور بعض کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک آٹھ تھی۔ بارہ تاریخ والا قول مشہور اور اکثر کا قول ہے۔ اہل مکہ کا عمل بھی اس پر شاہد ہے کیونکہ وہ اسی بارہ کی رات کو جائے ولادت نبی ﷺ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ باقی کوئی مسلمان بھی بارہ تاریخ کے ساتھ محفل میلاد کو مخصوص تصور نہیں

کرتا۔ آپ ﷺ کے ذکر خیر پر مشتمل محفل جب بھی سجائی جائے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ بارہ ربیع الاول وفات کا دن ہے اور سب کے نزدیک مسلم ہے۔ جو تاریخ قطعی طور پر تاریخ وفات ہے اس پر جشن منانا تعجب ہے۔ تعجب تو آپ پر کہ خلاف واقعہ بات کو قطعی بات کہہ رہے ہیں۔ ہم یہاں صرف علامہ شبلی کا حوالہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے مطالبہ پر تعجب کیجئے۔ علامہ شبلی اس مسئلہ کی تحقیق کر کے آخر میں لکھتے ہیں۔ ''وفات نبوی ﷺ کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ۱۱ ہجری ہے'' (حاشیہ سیرت النبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)۔

آخری سوال کی طرف آتے ہیں کہ اسے عید کا دن سمجھنا منع ہے۔ یہ بات بھی قرآن وسنت کے منافی ہے۔ خود قرآن وسنت میں عید الفطر اور عید الضحیٰ کے علاوہ بھی عید کا اطلاق موجود ہے کیونکہ عید کا معنی خوشی کا دن ہے اور مسلمان کے لئے آپ ﷺ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر کونسی عید ہو سکتی ہے؟ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عید لاولنا واخرنا رایت منك وارقنا وانت خیر الرازقین ''اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان نازل فرما تا کہ ہمارے لئے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف نشانی بنے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے''۔ اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن کو اپنی تمام قوم کے لئے عید قرار دے رہے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت دسترخوان کی صورت میں نازل ہو گی۔ آپ تصور کیجئے اس دن کے بارے میں جس میں اللہ کریم کے محبوب رحمۃ للعالمین ﷺ اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے۔ وہ دن اگر عید کا نہیں تو کونسا دن عید کا ہوگا؟ حالانکہ باقی عیدیں اس دن کے صدقے سے نصیب ہوئی ہیں۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اگر کوئی یہ کہتے ہوئے بات ٹالنے کی کوشش کرے کہ یہ سابقہ امت کی بات ہے جو ہمارے لئے قابل قبول نہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی جہالت پر مبنی ہوگی۔ مگر ہم یہاں ایک اور حدیث بیان کر دیتے ہیں تا کہ کسی حیلے کی گنجائش ہی نہ رہے۔

☆ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی الیوم اکملت لکم دینکم تو پاس بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے کہا۔ لو انزلت هذه الایة علینا الاتخلنا یومها عیدا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے والے دن کو عید بنا لیتے۔ آپ ﷺ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا تم تو ایک عید مناتے فانها نزلت فی یوم عبدین فی یوم الجمعة ویوم العرفة (الترمذی تفسیر سورۃ المائدہ) ''ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوئی تو اس دن ہماری دو عیدوں کا اجتماع تھا ایک جمعہ کا دن اور دوسرا عرفہ کا''۔

☆ امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں (لباب التاویل ۴۶۴)۔

☆ بخاری شریف میں بھی واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید قرار دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے وہ کہنے لگا الیوم اکملت لکم دینکم۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذى نزلت فيه على النبى صلى الله عليه وآله وسلم وهو فاتم بعرفة يوم الجمعة (بخاری۔ کتاب الایمان) ''ہم بھی اس دن اور اس جگہ سے آگاہ ہیں جہاں یہ آیت ہماری آقا ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ کھڑے تھے۔ عرفات کا مقام تھا اور جمعہ کا دن تھا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا ترجمہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو کہ ہم بھی اس جگہ اور دن کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ جگہ عرفات ہے وہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے اور وقت وہ جمعہ اور عرفہ کا دن تھا۔ اس میں دو عظمتیں جمع ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک کی تعظیم مسلمانوں کا فریضہ ہے اور جب دونوں کا اجتماع ہو گیا تو تعظیم میں بھی اضافہ ہو گیا۔ تو ہم نے یقیناً اس دن کو عید بنایا ہوا ہے (عمدۃ القاری جلد ا)۔

جب ہر جمعہ عید ہے تو ایک ماہ میں چار یا پانچ عیدیں آتی ہیں۔ جن میں مسلمان خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کا تیسری عید کے انکار پر اصرار ہے تو آپ کو کون مجبور کر سکتا ہے۔ مگر یہ سوال تو کیا جا سکتا ہے کہ ایک آیت نازل ہو تو وہاں دو یا پانچ عیدیں جمع ہو جائیں تو شرک اور بدعت نہیں اور صاحب قرآن تشریف لائیں تو فی الفور ذہن شرک و بدعت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس پر غور کی ضرور دعوت ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جان رحمت ﷺ کی آمد کی خوشی کرتے ہوئے محافل سجائیں۔ جلوس نکالیں۔ صدقات و خیرات کریں۔ یہ اسلام کا تقاضہ اور اس کی روح ہے۔ البتہ خلاف شرع کاموں سے اس کی حفاظت ہر مسلمان کا فریضہ ہے تا کہ اس اچھے عمل پر کسی طرح کا حرف نہ آئے۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

محترم قارئین کرام! یہ جلسوں کا دور ہے اور اس زمانے میں قسم قسم کے جلسے روزانہ ملک کے اندر منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے شاندار اجلاس ہوتے ہیں اور شاندار پنڈالوں میں سجاوٹ سے جلسہ گاہ بقعہ نور بنا دی جاتی ہے۔ غرض بڑے بڑے جاذب نظر اہتمام و انتظام کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مگر میں آپ کو

یقین دلاتا ہوں کہ جلسہ میلاد مصطفیٰ ﷺ ملک کے تمام جلسوں سے زیادہ عزت و عظمت والا اور بزرگی و تقدس والا ہے بلکہ میرا تو اعتقاد ہے کہ اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر اس سے زیادہ عظمت والا دوسرا کوئی جلسہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ آج کل ملک میں جتنے جلسوں کا رواج ہے عموماً ان جلسوں کا تعلق کسی نہ کسی سیاسی پارٹی' سیاسی لیڈر یا سیاسی پروگرام یا دوسری کوئی دنیاوی غرض سے ہوتا ہے۔ کوئی کانگریسی ہے تو کوئی کیمونسٹ کوئی کسی لیڈر کے استقبال کا جلسہ ہے تو کوئی کسی الیکشن کا۔ غرض ہر جلسے کی نسبت اور اس کا تعلق سیاسیات یا دنیاوی اغراض سے ہوتا ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ یہ جلسہ نہ تو کانگریس کا جلسہ ہے نہ کیمونسٹ کا' نہ یہ الیکشن کا جلسہ ہے اور کسی لیڈر کے استقبال کا بلکہ اس جلسہ کی نسبت اور اس کا تعلق سبز گنبد کے مکین حضور رحمت العالمین محبوب کبریاء ﷺ کی ذات بابرکات سے ہے اور اس جلسہ کا نام ہے جلسہ میلاد مصطفیٰ ﷺ۔

محترم قارئین کرام! کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ میلاد کے معنی کیا ہیں؟ میلاد عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں ''پیدائش''۔ میلاد النبی یعنی نبی ﷺ کی پیدائش۔ قارئین کرام! اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ولادت و پیدائش تو سبھی کی ہوتی ہے۔ ہم اور آپ بھی پیدا ہوئے تمام اولیاء کی بھی پیدائش ہوئی۔ تمام انبیاء علیہ السلام کی بھی ولادت ہوئی۔ مگر کیا وجہ ہے؟ کہ ہم مسلمان کسی کی ولادت و پیدائش کا خیال نہیں رکھتے اور سید عالم ﷺ کے سوا کسی نبی اور رسول کا جلسہ میلاد منعقد نہیں کرتے۔ ہم تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ سب کی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں مگر میلاد شریف صرف رحمت دو جہاں ﷺ ہی کا پڑھتے ہیں۔ آج تک کبھی آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ کسی نے حضرت آدم علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا میلاد پڑھا ہو یا ان کی ولادت و پیدائش کا بیان کرنے کے لئے کوئی محفل سجائی گئی ہو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آخر میلاد محبوب کریم ﷺ میں وہ کونسی ایسی خصوصیت ہے کہ مسلمان آج تک اپنے رسول ﷺ کی ولادت و پیدائش کو نہیں بھول سکے۔ غور تو کیجئے کہ مسلمان اپنے تخت و تاج اور سلطنت کو بھول گیا۔ اپنے جاہ و حشمت اور شان و شوکت کو بھول گیا۔ اپنی اسلاف کے کارناموں اور ان کی عزت و عظمت کو بھول گیا۔ اپنا سب کچھ بھول گیا مگر آج تک اپنے رسول ﷺ کی پیدائش اور ولادت کو فراموش نہیں کر سکا۔ دیکھ لیجئے شادی ہو تو میلاد شریف' غمی ہو تو میلاد شریف' فرزند ہو تو میلاد شریف' نیا مکان ہو تو میلاد شریف۔

دوستو! ان دونوں سوالوں کا جواب بہت اہم ہے۔ پہلا سوال یہ کہ صرف محبوب کریم ﷺ ہی کا میلاد کیوں ہوتا ہے؟ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا میلاد کیوں نہیں پڑھا جاتا اور دوسرا سوال یہ کہ چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود مسلمان اپنے رسول ﷺ کی ولادت و پیدائش کو کیوں فراموش نہیں کر سکا؟

قارئین کرام! پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ بیشک تمام انبیاء و رسولوں علیہم السلام کی پیدائش ضرور ہوئی مگر یاد رکھئے کہ محبوب کریم ﷺ کی نبوت و رسالت اور ان کی ہر ہر صفت بے مثل و بے مثال ہے۔

میری جان کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ اس دنیا میں آج تک جتنے پیدا ہونے والے پیدا ہوئے سب روتے ہوئے پیدا ہوئے۔ ہر بچہ پیدا ہونے کے بعد رو رو کر اپنی زندگی کا اعلان کرتا ہے۔ یہ نوجوان جو پتلونوں میں کسے کسائے چلتے ہیں اور سینہ تانے زمین پر ٹھاخ ٹھاخ بوٹ چٹخاتے ہوئے پھرتے ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ جب پیدا ہوئے تھے تو ان کا کیا حال تھا جی کچھ پوچھئے مت۔ مٹھی بندھی ہوئی' دم گھٹا ہوا' سانس گم' گھٹھڑی کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ ماں باپ پریشان' خدا خدا کر کے صاحبزادے کا سانس آیا تو سب سے پہلے ایک چوکی روئے اور رو رو کے اپنی زندگی کا اعلان کیا۔ تو ماں باپ کی جان میں جان آئی کہ الحمد اللہ بچہ زندہ پیدا ہوا۔ مگر برادران ملت آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر ایک ایسا بھی پیدا ہونے والا پیدا ہوا ہے جو روتا ہوا نہیں بلکہ تمام جہاں کے روتے ہوؤں کو ہنساتا ہوا پیدا ہوا۔ وہ پیدا ہونے والے کون ہیں؟ سنیئے وہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ مولود مسعود ہیں جو پیدا ہو کر روئے نہیں بلکہ پیدا ہوتے ہی حمد الٰہی کا خطبہ پڑھا اور سر سجدہ معبود میں رکھ کر یہ حق سے عرض کی یارب ھب لی امتی' یا رب ھب لی امتی۔

دوستو! رحمت دو جہاں پیدا ہو کر روئے' بلبلائے نہیں' آہ و زاری نہیں کی بلکہ پیدا ہوتے ہی اپنی ننھی سی پیشانی کو مالک حقیقی و مسعود تحقیقی کی بارگاہ عظمت میں سجدہ ریز کر دیا اور اپنے ننھے ننھے' پتلے پتلے گلابی ہونٹوں سے جن کی رنگینی و نزاکت پر گلاب کی کلیاں قربان ہوتی ہیں آپ نے دعا مانگی۔ پھر دعا بھی کس کے لئے؟ اپنے لئے نہیں اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے نہیں' اپنے جنتی پھولوں حسن و حسین کے لئے نہیں' اپنے ماں باپ' اپنے عزیز و اقارب کے لئے نہیں بلکہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے قلب نازک میں جس کا خیال آیا وہ امت کا خیال تھا اور سب سے پہلی دعا جو لب محبوب کریم ﷺ پر آئی وہ امت کے لئے تھی۔ اللہ اللہ' رسول رحمت کا یہ کرم عظیم کہ اپنے والدین یا اولاد کسی عزیز و اقرباء کو نہیں یاد فرمایا بلکہ ہم اور آپ کو یاد فرمایا اور مشرق و مغرب' شمال اور جنوب کے تمام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے والوں کو یاد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

محترم قارئین کرام! دیکھ لیجئے ولادت تو ہر نبی اور رسول کی ہوئی ہے مگر للہ بتایئے کہ ایسی انوکھی اور نرالی اور اتنی بے مثل و بے مثال ولادت کسی نبی و رسول کی ہوئی ہے؟ پھر ذرا ولادت محبوب کریم ﷺ کی اہمیت اور اہتمام پر بھی نظر رکھئے۔ مسلمانو! رحمت دو جہاں ﷺ کی ولادت وہ عظیم الشان ولادت ہے کہ تمام انبیاء سابقین اس ولادت کی بشارت دیتے رہے۔ شب ولادت ستر ہزار ملائکہ مقربین کی جماعت کو لے کر جبریل علیہ السلام زمین پر اتر پڑے۔ استقبال ولادت کے لئے آسمان کے ستارے جھک پڑے۔ بت منہ کے بل گر پڑے۔ آتش کدہ ایران کی آگ بجھ گئی۔ غرض عجیب و غریب قسم کے واقعات وقوع پذیر ہوئے۔ باقی دوسرے انبیاء پیدا تو ضرور ہوئے مگر ان محبوبان خدا کی ولادت کا نہ تو پہلے سے کوئی چرچا تھا نہ

کوئی خاص اہتمام تھا۔ ان کی ولادت کے وقت اتنی آیات بینات اور نشانیوں کا ظہور ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمان ایمان تو ہر نبی و رسول پر لاتے ہیں اور سب کی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں مگر میلاد صرف محبوب اعظم ﷺ ہی کا پڑھتے ہیں کیونکہ ان کی ولادت میں جو خصوصی ندرت اور امتیازی عظمت ہے وہ دوسرے کسی نبی و رسول کی ولادت میں نہیں ہے۔ ایک دوسری امتیازی خصوصیت جو آپ ﷺ کو سابقہ انبیاء و رسولوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بن کر آئے جبکہ راحت جاں ﷺ ذات الٰہی کا مظہر اتم بن کر اس دنیا میں تشریف لائے۔ تبھی تو یہ اعلان فرماتے رہے کہ من رانی فقد راہ الحق ''جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے حق کو دیکھا''۔

دوستو! یہ تو پہلے سوال کا جواب ہے کہ میلاد شریف صرف خاتم النبیین ﷺ ہی کا کیوں پڑھا جاتا ہے؟ اب رہ گیا دوسرا سوال کہ مسلمان سب کچھ بھول گئے مگر اپنے نبی ﷺ کی ولادت کیوں نہیں بھولتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ نبی رحمت ﷺ نے اپنی اس ولادت کے وقت ہم کو یاد کیا۔ اس لئے ہم اس میلاد کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ بھلا ہم اس میلاد کو کسی طرح فراموش کر سکتے ہیں؟ جس میلاد کے وقت صاحب میلاد نے ہم کو یاد فرمایا۔ مسلمانو! ہم اپنے نبی رحمت کے اس احسان عظیم کو بھلا کس طرح بھلا سکتے ہیں ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ''احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے''۔ اس لئے رحمت دو جہاں ﷺ نے اپنے جس میلاد کے وقت ہم کو یاد فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ قیامت تک ہم اس میلاد کو فراموش نہیں کر سکتے اور اگر خدانخواستہ ہم نے اپنی بدنصیبی سے اس میلاد رحمت کو بھلا دیا تو پھر سمجھ لیجئے کہ ہم سے بڑا احسان فراموش کوئی نہیں ہو سکتا۔ میرے بھائیو! ایک کتا بھی روٹی کے ایک ٹکڑے کا احسان مانتا ہے اور اپنے محسن کے اس احسان کو فراموش نہیں کرتا بلکہ دم ہلا ہلا کر زبان نکال نکال کر اس احسان کو یاد کرتا اور شکریہ ادا کرتا رہتا ہے اور ہم انسان پھر صاحب ایمان ہو کر اس رسول رحمت ﷺ کے احسانوں کو بالکل فراموش کر دیں؟ کہ جس نے پیدا ہوتے ہی ہمیں یاد فرمایا۔ ساری زندگی ہمیں یاد فرماتے رہے۔ قبر انور میں بھی ہمیں یاد فرما رہے ہیں اور میدان حشر میں بھی ہماری یاد میں بے قرار رہیں گے اور عزیز بچے کو جس طرح ماں تلاش کرے خدا گواہ یہی حال آپ ﷺ کا ہوگا!!

کبھی پل صراط پر، کبھی میدان عمل پر کبھی جہنم کے دروازے پر پہنچ کر اپنی امت کے گنہگاروں کو بچاتے ہوں گے۔ اللہ اللہ! مسلمانو! محسن اعظم نبی اکرم ﷺ کے تو ہم پر ایسے ایسے عظیم احسانات ہیں کہ اگر ہمارے جسم کے رونگٹے رونگٹے کو لاکھوں زبانیں مل جائیں پھر بھی رحمت دو جہاں ﷺ کے عظیم احسانوں کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم اتنے احسان فراموش ہو جائیں کہ ان کی ولادت کو بھی بھول جائیں اور یہ بھی یاد نہ رکھیں کہ وہ کب پیدا ہوئے؟ ان کے والدین کریمین کا کیا نام ہے؟ دوستو! للہ انصاف! کیا ہمارے ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنے یاد کرنے والے کو بالکل فراموش کر دیں اور احسان فراموشی کریں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اگر سچا مسلمان ہے تو ہرگز ہرگز کبھی وہ اپنے رسول ﷺ کا احسان فراموش نہیں ہو سکتا۔ یہی

وجہ ہے کہ مسلمان اپنا سب کچھ بھول جاتا ہے اور بھول گیا مگر اپنے محسن اعظم ﷺ کی ولادت باسعادت کو کبھی نہیں بھولتا اور ہر خوشی غمی کے موقع پر محفل میلاد شریف میں نبی رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر جمیل سن کر اپنے دنیائے ایمان کے لئے روحانی تسکین واطمینان کا سامان پیدا کر لیتا ہے۔

مسلمانو! مگر ہاں ایک ذرا کڑوی بات بھی سن لیں۔ کیا کروں مجبور ہوں کہنا ہی پڑتا ہے کیونکہ

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

کچھ لوگ اس زمانے میں ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو محفل میلاد شریف کو بدعت کہہ کر حرام بتاتے ہیں۔ مگر یہ محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ پر اسراف و بدعت کا فتویٰ چپکا کر اس مقدس جلسہ کو حرام بتانے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں اور سوچیں کہ وہ جمیعۃ العلماء دیوبند اور اپنے مدارس کے جلسوں میں یقین' تداعی' روشنی' سجاوٹ اہتمام سب کچھ ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں اور اس پر دینی اجلاس تبلیغی اجتماع' اسلامی جلسہ کا لیبل اور سائن بورڈ لگاتے ہیں مگر ہم اگر اپنے نبی رحمت ﷺ کے میلاد شریف کا چھوٹا سا بھی جلسہ کریں تو اسراف و بدعت کی لال جھنڈی دکھا کر مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بتاتے ہیں۔ مسلمانو! خود انصاف کرو کہ توحید کا ڈھنڈورا پیٹنے والے مولویوں کی اس حرکت کو انصاف و دیانت سے بال برابر بھی کوئی تعلق ہے۔ کیا یہ ہمالیہ سے بڑا ظلم نہیں ہے؟ کہ مشرک لیڈروں کی جینتی اور مرتیو کی تقریبات میں اور اپنے جلسوں میں تو اہتمام' روشنی' سجاوٹ اور تعین وتداعی کے ہوتے ہوئے بھی شرکت کریں اور اس کو قوم وملت کی خیر خواہی اور اسلامی خدمت قرار دیں مگر میلاد شریف میں ایک چراغ دیکھ کر چراغ پا ہو جائیں اور شرک' بدعت کی توپوں سے اندھا دھند گولہ باری شروع کر دیں۔ دوستو! برا نہ مانیے۔ حق بات کڑوی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دل کا چور ہے جو ان لوگوں کے قول وعمل سے پکڑا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کا چراغ ان کے دلوں کی دنیا میں گل ہو چکا ہے اس لئے ہر وہ عمل جس سے رسول ﷺ کی محبت وعظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ خواہ وہ درود تاج ہو یا میلاد شریف یا صلوٰۃ وسلام ہو اس پر وہابیت کی توپ سے شرک و بدعت کے گولے ضرور داغ جائیں گے۔ مسلمانو! کیا آپ نے کبھی اس طرح شرم وغیرت کا جنازہ نکلتے دیکھا ہے کہ اتباع رسول ﷺ اور محبت اسلام کا دعویٰ بھی ہو اور ذکر رسول وعظمت نبوت سے ایسی عداوت بھی ہو۔ سچ فرمایا ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہ

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول کی

## رفعت ربیع الاول

رمضان و شعبان محرم و صفر ہیں افضل مگر
ثانی نہیں کوئی ربیع الاول کے مہینے کا

جان رحمت ﷺ کی آمد ربیع الاول میں ہوئی اس ماہ میں چاروں طرف خوشیاں نظر آتی ہیں۔ روشنی ہی روشنی نظر آتی ہے ہر عاشق رسول صلوۃ وسلام پڑھتا ہوا نظر آتا ہے میلاد کی محفلیں شروع ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جب سے یہ ماہ ربیع الاول آیا ہے نظر
ہے سدا صلّی علیٰ کی نغمگی چاروں طرف

ربیع کے معنی بہار اور الاول کے معنی پہلی۔ ربیع الاول کے معنی ہوئے پہلی بہار۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی یوں مروی ہے کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اس میں کیا شک ہے کہ اس کائنات رنگ و بو کی تخلیق سے پہلے محبوب کریم ﷺ کے نور کو خلائق عالم نے تخلیق فرمایا۔ اس لئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس کائنات کو عدم سے وجود میں لانے سے پہلے کائنات کو جس بہار سے آشنا کیا گیا وہ بہار اول جان کائنات ﷺ کا نور تھا لیکن اس نور کے ظہور کے لئے جس مہینے کا انتخاب عمل میں آیا وہ مہینہ ربیع الاول ہے گویا اس کائنات کی سب سے پہلی بہار ماہ ربیع الاول میں آئی۔

نور کی انتہا محمد ﷺ ہیں
خاک کی انتہا مدینہ ہے

اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ تھی ورنہ سن ہجری کے بارہ مہینوں میں جن مہینوں کو حرمت عطا کی گئی وہ مہینے ذی القعد، ذی الحج، محرم اور صفر ہیں۔ ربیع الاول ان میں شامل نہیں۔ جس مہینے کو مہینوں کا سردار کہا گیا وہ رمضان کا مہینہ ہے ربیع الاول نہیں۔ جن مہینوں کو بعض خصوصیات کی وجہ سے محترم اور مبارک سمجھا جاتا تھا وہ شعبان اور شوال ہیں۔ ربیع الاول ان میں بھی شامل نہیں تو پھر کیا وجہ ہے جسے مطلوب کائنات کہا گیا ہے جس کے لئے آسمانوں کو بلندیاں اور زمین کو وسعتیں ملیں۔ جس کے لئے مرمر کو شوخیاں اور نسیم کو لطافتیں ملیں، جس کے لئے ستاروں کو تابانی، سورج کو درخشانی اور چاند کو طمانیت ملی۔ جس کے لئے ندیوں کو بہاؤ اور شاخوں کو جھکاؤ ملا۔ جس کے لئے سبزے کو لہک اور جبلی کو لپک ملی۔ جس کے لئے پرندوں کو چہک اور جگنو کو جگمگاہٹ ملی۔ جس کے لئے دریاؤں کو طلاطم اور سمندروں کو خروج وتموج ملا۔ جس کے لئے آدم علیہ السلام کو نیابت اور نوح علیہ السلام کو جوش تبلیغ عطا ہوا۔ جس کے لئے داؤد علیہ السلام کو خوش الحانی اور زکریا علیہ السلام کو ذوق عبادت ملا۔ جس کے لئے یعقوب علیہ السلام کو جذبہ تسلیم ورضا اور یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال بخشا گیا۔ جس کے لئے ایوب علیہ السلام کو صبر ورضا اور یحییٰ علیہ السلام کو پاک دامنی عطا کی گئی۔ جس کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو جوش جہاد اور ہارون علیہ السلام کو امانت کی سعادت ملی۔ جس کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو بت شکنی اور اسماعیل علیہ السلام کو جذبہ ایثار بخشا گیا۔ غرض جس کے دم سے انبیاء علیہم السلام کو نبوتیں اور مرسلین علیہم السلام کو رسالتیں دی گئیں۔ جس کی خاطر دنیا کو گلزار اور بہشت کو بہاریں عطا کی گئی۔ اتنی عظیم المرتبت، اتنی اولوالعزم، اس قدر مقدس و پاکیزہ ہستی کی ولادت کے لئے ربیع

الاول جیسے مہینے کا انتخاب عمل میں لایا گیا جس کا شمار نہ حرمت والے مہینوں میں ہوتا ہے نہ اس مہینے کو دوسرے مہینوں میں کوئی امتیازی مقام حاصل تھا۔ جب ہم عشق و محبت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر دیکھتے ہیں تو وجدان پکار پکار کر کہتا ہے کہ اگر محبوب کریم ﷺ کی ولادت باسعادت محرم' رجب' ذی القعد یا ذی الحج کے مہینوں میں ہوتے تو آپ ﷺ کی عظمتوں میں دو چند اضافہ ہو جاتا۔ اگر آپ ﷺ کی ولادت کے لئے رمضان المبارک کا انتخاب کیا جاتا تو عظمت مصطفیٰ ﷺ کو چار چاند لگ جاتے وجدان کی گہرائیوں سے اٹھنے والی اس صدائے دل نواز کے جواب میں ہاتف غیبی کی مسحور کن آواز گونج اٹھتی ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے آخری محبوب رسول ﷺ کی ولادت باسعادت کے لئے حرمت والے مہینوں اور رمضان جیسے عظیم الشان مہینے کی بجائے ربیع الاول کا انتخاب کس حکمت کے لئے پیش نظر کیا ہے۔ آؤ ذرا اس حکمت کو بھی دیکھیں اگر اس نبی امی کی ولادت محرم میں ہوتی تو محرم چونکہ حرمت والا مہینہ ہے تو لوگ اس پر گمان کرتے کہ حرمت والے مہینے میں پیدائش کی وجہ سے جان رحمت ﷺ کی عظمت دوبالا ہو گئی۔ اگر آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ذی القعد یا ذی الحج میں ہوتی تو دنیا رائے قائم کرتی کہ آپ ﷺ کو عظمتیں اس لئے ملیں کہ آپ ﷺ عظمتوں والے مہینے میں پیدا ہوئے۔ اگر آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے لئے رمضان المبارک کو منتخب کیا جاتا تو لوگ یہی سمجھتے کہ رمضان کا مہینہ چونکہ تمام مہینوں کا سردار ہے اس لئے اس مہینے میں پیدا ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ تمام نبیوں کے سردار بن گئے۔ حرمت و عظمت والے مہینوں سے نسبت کی وجہ سے آپ ﷺ کے مقام و مرتبے کو پہچانا جاتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حرمت والے' عظمتوں والے مہینوں کو چھوڑ کر ماہ ربیع الاول کا انتخاب اس حکمت بالغہ کے پیش نظر کیا کہ آپ ﷺ سے منسوب ہونے والی چیزوں کو بھی عظمت مل جائے۔ محرم' رجب' ذوالقعد' ذوالحجہ اور رمضان کے مہینوں کو تو پہلے ہی عظمت حاصل تھی۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے ربیع الاول کا مہینہ بھی عظمت والا بن گیا۔ اس حکمت کے پیش نظر آپ ﷺ کی ولادت کے لئے جمعۃ المبارک کی بجائے پیر کے دن کو منتخب کر کے دنیا کو باور کرایا گیا کہ جمعہ کا دن تو ویسے بھی باعظمت ہے۔ آپ ﷺ کی نسبت سے پیر کا دن بھی باعظمت بن جائے۔ آج اگر ربیع الاول کو عظمت حاصل ہے تو رحمت کائنات ﷺ کی وجہ سے۔ آج اگر پیر کے دن کو امتیازی شان حاصل ہے تو نسبت مصطفیٰ ﷺ کے سبب میں۔ کیوں نہ کہوں کہ ہمارے نبی ﷺ قدرت کا وہ عظیم شاہکار ہیں کہ جس مہینے کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ مہینہ بھی ممتاز ہو گیا جس شہر کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ شہر بھی اعلیٰ بن گیا۔ جس قبیلے کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ قبیلہ بھی باعظمت بن گیا۔ جس زمانے کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ زمانہ بھی اعلیٰ بن گیا۔ جس سواری کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ سواری بھی اعلیٰ بن گئی۔ جن انسانوں کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ انسان کائنات انسانی میں منفرد و ممتاز ہو گئے یہاں تک کہ خاک عرب کے جن ذرات کو آپ ﷺ کے قدموں سے نسبت ہو گئی وہ ذرے بھی آفتاب بن گئے۔

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں بن کر

☆ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جان رحمت ﷺ کو پیدا کرنا چاہا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ پس جبرائیل علیہ السلام بہشت کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر اترے اور محبوب کریم ﷺ کی قبر انور کی جگہ مبارک سے مٹھی بھر خاک سفید چمکتی دمکتی اٹھا لائے پھر مشت خاک سفید بہشت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھی گئی۔ یہاں تک کہ وہ موتی کی مانند ہوگئی جس کی بڑی شعاع تھی بعد ازاں فرشتے اسے لے کر عرش کرسی کے گرد اور آسمانوں اور زمین میں پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ ﷺ کو (روح انور مادہ اطہر) آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

ان مقدس ساعتوں کا ماجرہ محدث ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ یوں نقل کرتے ہیں۔ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں میرے پیارے فرزند حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت کا پیالہ بھرا ہوا تھا۔ مجھے دیا کہ اسے پی لیں پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ سیر ہو کر پیو تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر اس نے کہا اور پیو میں نے اور پیا پھر اس نے ہاتھ نکال کر میرے شکم پر پھیر کر کہا۔ ''اے رسولوں کے سردار (ﷺ) ظہور فرمایئے۔ اے خاتم النبیین (ﷺ) جلوہ افروز ہو جایئے۔ اے رحمت اللعالمین (ﷺ) قدم رنجہ فرمایئے۔ اے خیر الخلق (ﷺ) جہاں میں جلوہ افروز ہو جایئے۔ اے نور من نور اللہ (ﷺ) جلوہ افروز ہو جایئے۔ بسم اللہ اے محمد بن عبداللہ (ﷺ) تشریف لایئے۔ پھر حضور پرنور ﷺ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتے ہوئے جہاں میں رونق افروز ہوئے۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' (بیان المیلاد النبوی ۴۵)۔

بارہ ربیع الاول کی صبح صادق نے طلوع فرمایا مکہ مکرمہ کے مقام پر عبدالمطلب کے گھر میں عبداللہ کے فرزند خلیل اللہ کے نور نظر کونین کے سردار اور دین کے تاجور ﷺ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پہلو سے ظہور فرمایا۔ تشنگان جمال کو شربت دیدار سے سیراب فرمایا۔ آفتاب حق وہدایت ﷺ طلوع ہوا۔ نور الٰہی نے جلوہ دکھایا اور تمام موجودات نے مرحبا مرحبا کہا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام رکھا تھا۔ لہذا آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا نام ''احمد'' رکھا اور دادا نے آپ ﷺ کا نام ''محمد'' رکھا۔ مفہوم کے اعتبار سے ''محمد'' اور ''احمد'' نہایت اعلیٰ نام ہیں۔ حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام ''محمد'' اور آسمان پر ''احمد'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو ساری کائنات سے حسین وجمیل بنایا کیونکہ خالق کائنات خود

بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند بھی کرتا ہے۔ سو اس نے سیرت و صورت کے تمام جمالاتی پہلو اپنے محبوب ﷺ کی ذات گرامی میں جمع فرما کر اس عظیم ہستی کو کائنات کا حسن بنا دیا۔ آپ ﷺ کا حسن و جمال ہی تو ہے کہ خود خداوند کریم جس کی قسمیں اٹھاتا ہے اور قرآن کریم کی سورۃ والضحیٰ اس پر گواہیاں دے رہی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنے محبوب ﷺ کو صرف ظاہری حسن و جمال عطا نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کو کمالات کے نقطۂ عروج کا عالی منصب بھی عطا کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قد جآءکم من الله نور و کتب مبین ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب''۔

روشن ہوئی ہیں تم سے دو عالم کی وسعتیں
صبح اول کے مہر درخشاں تمہیں تو ہو

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی تاجر تھا۔ جب رحمت دو جہاں ﷺ کی ولادت مبارک کی شب آئی تو اس یہودی نے کہا۔ اے گروہ قریش! کیا آج کی رات تم میں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس یہودی نے کہا اس امت کا آخری نبی پیدا ہو گیا ہے اور اسکے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جو آخری نبی ہونے کی نشانی ہے پھر وہ اس یہودی کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے۔ اس نے کہا اپنے فرزند کی زیارت کرائیں پھر اس نے پشت مبارک سے قمیص اٹھا کر علامت دیکھی تو وہ بے ہوش کر زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی (حاکم ابونعیم)۔

☆ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں محبوب کریم ﷺ کی ولادت شریف کے وقت سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا۔ میں نے قصہ سنا اور دیکھا ہے کہ ایک یہودی صبح کے وقت اپنی قوم کو پکار رہا تھا۔ اس نے کہا آج کی رات ''احمد'' کے ستارے نے طلوع کر لیا ہے (نبی آخرالزمان کی ولادت باسعادت ہو گئی ہے)۔

☆ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی شب میں دیکھا ایک نور ظاہر ہوا جس نے گھر اور تمام در و دیوار کو نورانی کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے زمین کے نزدیک آ گئے ہیں۔ تمام گھر پر نور ہو گیا۔ شفا بیان کرتی ہیں یہ بات میرے دل میں ہمیشہ جاگزیں رہی۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو میں اسلام لائی اور اولین و سابقین میں شمار ہوئی۔

☆ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب راحت جاں ﷺ کو لٹایا گیا تو میں نے ایک بہت بڑے نورانی ابر کو دیکھا۔ اس ابر نے محبوب کریم ﷺ کو ڈھانپ لیا اور وہ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اس وقت میں نے ایک منادی کو پکارتے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ محبوب ﷺ کو زمین کے جملہ گوشوں میں پھراؤ اور جن و انس کی روحوں پر گشت کراؤ فرشتوں کو زیارت کراؤ اور ان کو حضرت آدم

علیہ السلام کے اخلاق حضرت شیث علیہ السلام کی رضا حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت' حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شہرت' حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر' حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت' حضرت یوشع علیہ السلام کا جذبہ جہاد' حضرت داؤد علیہ السلام کا لحن' حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت' حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار' حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کا پیکر بناؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ زن کرو۔ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وہ ابر چھٹ گیا تو میں نے دیکھا کہ سبز ریشمی کپڑے میں حضور ﷺ لپٹے ہوئے ہیں اور چشمے کی مانند اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ماشاء اللہ حضور ﷺ کو تمام دنیا پر کس شان سے بھیجا گیا ہے۔ دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ ﷺ کے تابع فرمان نہ ہو پھر جب میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ ﷺ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ ﷺ کے جسم اطہر سے مشک عنبر کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔

☆ ۔ حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبے کے پاس تھا۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے تکبیر کی آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ بلند و بالا ہے اللہ بلند و بالا ہے۔ وہ رب ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کا' اب مجھے میرا رب بتوں کی ناپاکی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرمائے اور غیب سے آواز آئی رب کعبہ کی قسم کعبے کو بزرگی ملی۔ خبردار ہو جاؤ کعبے کو ان کا قبلہ اور ان کا مسکن ٹھہرایا اور وہ بت جو کعبے کے اردگرد نصب تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

وہ ماہ عرب آج کعبہ میں چمکا
جو مالک ہے سارے عرب و عجم کا

رحمت دو جہاں ﷺ کی شان بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اس لئے اپنے محبوب ﷺ کی تعریف اور مدح اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائی۔ سارا قرآن پاک آپ ﷺ کی تعریف ہی تو ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے محبوب ﷺ اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا۔ یعنی یہ کائنات آپ ﷺ کے لئے ہی آراستہ و پیراستہ کی گئی ہے اور اس کائنات میں موجود انسان کو بھی آپ ﷺ سے محبت کے لئے تخلیق کیا۔

وہ مدثر وہ مزمل وہ طٰہٰ
ذات ان کی وجہ تخلیق دو عالم ہے

اس بابرکت اور پر سعادت مہینہ کا اصل تقاضا دلوں میں ایمان اور محسن انسانیت سے عہد محبت کی تجدید کے عملی چراغ روشن کرتا ہے یہ حضور اکرم ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ ''جو مجھے اپنی جان و مال اور اپنے والدین

سے زیادہ پیار نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہو سکتا"۔ جس کی غلامی اور جس سے وفاداری کا ہم نے روز ازل سے مرتے دم تک عہد کیا ہے وہ صرف ایک اللہ کی ذات اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری ساری معاشرتی بیماریوں کا علاج غیر مشروط طور پر مکمل سپردگی کے ساتھ محبوب کریم ﷺ کی محبت میں ہے۔ شاعر مشرق نے حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

## نسبت محبوب ﷺ

محترم قارئین کرام! اللہ والے اللہ والے ہوتے ہیں مگر اللہ والوں کی ہر ہر چیز بھی اللہ والی ہوتی ہے۔ اللہ کے محبوب تو اللہ کے محبوب ہوتے ہی ہیں مگر اللہ کے محبوبوں کی ہر ہر چیز بھی اللہ کو محبوب ہوتی ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں فرمان حق تعالیٰ ہے واتخذو من مقام ابراھیم مصلیٰ "یعنی اے تمام دنیا سے حج کے لئے آنے والو! جب تم خدا کے مقدس گھر کعبہ شریف کے پاس پہنچو تو پہلے سات چکر بیت اللہ کا طواف کرو پھر کعبہ معظمہ سے چند قدم دور چل کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھو"۔

یہ مقام ابراہیم کیا ہے؟ یہ ایک پتھر ہے ایک ایسا مقدس پتھر کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر خدا کے خلیل نے بیت اللہ کی دیواروں کو بنایا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر اور گارا دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقدس پتھر پر کھڑے ہو کر دیواروں کو تعمیر فرما رہے تھے۔ آپ اتنی دیر تک اس پتھر پر کھڑے رہے کہ اس پر آپ کے دونوں قدموں کے نشان پڑ گئے جو آج تک قائم و باقی ہیں۔ یہ آپ کا معجزہ ہے کہ پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا اور آپ کا نقش قدم اس پر پیوست ہو گیا اور آپ کے اسی نقش قدم کی وجہ سے یہ پتھر مقام ابراہیم کہلانے لگا اور اس کو اس نسبت کی وجہ سے ایسی عزت و عظمت حاصل ہوئی کہ قرآن نے وہ جگہ اس کی عظمت کا خطبہ پڑھا۔ ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ فیہ ایات بینات مقام ابراھیم "یعنی کعبہ معظمہ میں رب البیت کی بے شمار نشانیاں ہیں اور انہی نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ابراہیم ہے"۔ دوسری جگہ فرمان خداوندی ہے واتخذو من مقام ابراھیم مصلیٰ یعنی اے مسلمانو! تم طواف کعبہ کے بعد نماز تو خدا کے لئے پڑھو سجدہ خدا کا کرو مگر تم اپنی پیشانیاں اس پتھر کے پاس زمین پر رکھ کر سجدہ کرو جس پر ایک اللہ والے کے قدموں کا نشان بنا ہوا ہے۔ سبحان اللہ! ایک پتھر کو ایک اللہ کے پیارے سے اتنا تعلق پیدا ہو گیا کہ اس کے قدموں کا اس پر نشان بن گیا تو اس پتھر کی محبوبیت کا یہ عالم ہو گیا کہ قرآن اس کی مدحت کا خطیب بن گیا اور یہ پتھر تمام حجاج بیت اللہ کی سجدہ گاہ بن گیا۔

مسلمانو! یہ تو خدا کے تمام محبوبوں کا حال ہے۔ اب آپ غور کریں کہ اگر کسی چیز کو خدا کے محبوب خاص یعنی حبیب مکرم محبوب اعظم ﷺ سے نسبت و تعلق حاصل ہو جائے تو پھر سبحان اللہ! اس کی عزت و عظمت اور

کمال محبوبیت کا کیا عالم ہوگا؟ اللہ اکبر! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لا اقسم بھذ البلد ۔ وانت حل بھذ البلد ''مجھے شہر مکہ کی قسم اس لئے کہ اے محبوب ﷺ آپ اس شہر میں مقیم ہیں'' اللہ اکبر! محترم قارئین کرام! ذرا غور تو کرو کہ مکہ میں صفا مروہ بھی ہے' چاہ زمزم' مقام ابراہیم بھی ہے۔ غرض سینکڑوں عظمتیں اور ہزاروں بزرگیاں شہر مکہ میں جلوہ فگن ہیں مگر رب کعبہ جب اس شہر کی قسم کا ذکر فرماتا ہے تو یوں فرماتا ہے کہ مجھے شہر مکہ کی اس وجہ سے اور اس بناء پر قسم ہے کہ اے محبوب ﷺ یہ شہر مکہ تمہارا مسکن ہے۔ پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ اپنی بے شمار سابقہ عظمتوں کے باوجود محبوب کریم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے اتنا مکرم و معظم ہوگیا کہ رب العرش اس کی عظمت کی قسم بیان فرماتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

مرزا غالب نے بھی اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ہر کس قسم بدانچہ عزیز است می خورد
سوگند کرد گار بجان محمد است

یعنی ہر شخص کو جو چیز پیاری ہوتی ہے۔ اس چیز کی وہ قسم کھاتا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ پروردگار عالم کو اپنے محبوب ﷺ کی جان سب سے زیادہ پیاری ہے اس لئے خداوند عالم کبھی اپنے محبوب ﷺ کے کلام کی کبھی ان کی زندگی کی کبھی ان کے شہر کی قسم کھاتا ہے۔

حجاج کرام جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ پہنچ کر سب سے پہلا جو کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اس میں ''رمل'' کرنا پڑتا ہے۔ ''رمل'' کیا ہے۔ عزیزان ملت رمل یہ ہے کہ سینہ تان کر' شانہ ہلا ہلا کر خوب اکڑ اکڑ کر چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے طواف میں اس شان سے چلیں کہ گویا کوئی پہلوان اکھاڑے میں اپنے مقابل سے کشتی لڑنے کے لئے نکلا ہے۔ مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حرم کعبہ میں جو جلال و جبروت الٰہی کا مرکز ہے اور جہاں قہر و جلال خداوندی کے خوف سے فرشتوں کے بال و پر بھی لرزہ براندام ہوتے ہیں۔ اس جگہ ہم گنہگار بندوں کے اکڑ کر چلنے کا مطلب کیا ہے؟ قرآن مجید میں رب کعبہ ارشاد فرماتے ہیں ''زمین پر اکڑتے اور اتراتے ہوئے مت چلو' بے شک نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ لمبائی میں پہاڑ کے برابر ہو سکتے ہو'' (بنی اسرائیل)۔

قارئین محترم! دیکھا آپ نے زمین پر اکڑ کر اور اترا کر چلنا حرام و گناہ ہے چنانچہ آپ ملک میں اکڑ کر چلیں تو گناہ' مکہ مکرمہ کی کسی گلی میں اکڑیں تو گناہ لیکن خاص خدا کے گھر کے پاس حرم الٰہی کے اندر اکڑ اکڑ کر اور اترا اترا کر چلیں تو ثواب ہی ثواب ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ تمام روئے زمین پر اکڑ کر چلنا گناہ لیکن خدا کے گھر کے پاس اکڑ کر چلنا ثواب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ۷ ہجری میں محبوب

کریم ﷺ صحابہ کی جماعت کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو مشرکین مکہ نے طعنہ مارا کہ یہ صحابہ بھلا کیا طواف کرسکیں گے؟ ان لوگوں کو تو مدینہ کے بخار نے کچل ڈالا ہے اور یہ بالکل کمزور و لاغر ہو چکے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو مشرکین کے اس طعنے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمل کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم لوگ اس طرح اکڑ اکڑ کر طواف کرو کہ ان مشرکین کے دلوں پر تمہارہ رعب اور شوکت و طاقت کا سکہ بیٹھ جائے۔ چنانچہ آگے آگے محبوب خدا ﷺ سینہ تانے اور شانہ ہلاتے ہوئے رمل کے ساتھ طواف فرمانے لگے اور پیچھے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سینہ تان کر اکڑتے ہوئے شانہ ہلا ہلا کر طواف میں رمل کیا۔

خدا کے گھر میں محبوب خدا کے اکڑ اکڑ کر چلنے کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو یہ حکم دے دیا کہ میرے بندو روئے زمین کے کسی حصہ پر بھی تمہارے لئے اکڑ اکڑ کر چلنا حرام و گناہ ہے مگر جب تم مکہ مکرمہ میں میرے مقدس گھر کے طواف کے لئے آؤ تو یہاں پر تمہارا اکڑ کر چلنا ثواب ہی ثواب ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس مقام پر اکڑ کر چلنے کو میرے محبوب ﷺ سے نسبت و تعلق ہے اور میرے محبوب کی ہر ادا مجھے محبوب ہے کیونکہ پیارے کی ہر ادا پیاری معلوم ہوتی ہے لہٰذا اے میرے بندو! تمہارا اس مقام پر اکڑ کر چلنا مجھے پیارا معلوم ہوتا ہے۔

برادران اسلام! آپ نے دیکھا کہ اکڑنے اور اترا کر چلنے کو محبوب خدا سے نسبت ہو گئی تو اکڑ کر چلنا اور اتراتے ہوئے طواف کرنا بھی خداوند قدوس کے نزدیک محبوب اور کار ثواب بن گیا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ اللہ والے تو اللہ والے ہوتے ہی ہیں مگر کمال تو یہ ہے کہ اللہ والوں کی ہر چیز بھی اللہ والی ہو جایا کرتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مدینہ شریف کا پرانا نام یثرب ہے۔ یہ شہر وباؤں کا مرکز اور بیماریوں کا گھر تھا مگر جب رحمت للعالمین ﷺ کے قدم یہاں آئے اور اس شہر کو خدا کے محبوب سے نسبت و تعلق پیدا ہو گیا اور یہ مدینۃ الرسول کہلانے لگا۔ تو نسبت رسول ﷺ کی وجہ سے اس کو یہ شرف حاصل ہوا کہ پہلے یہ بیماری کا گھر تھا لیکن اب دار الشفاء اور تمام روحانی و جسمانی امراض کا شفا خانہ بن گیا۔ چنانچہ جان رحمت ﷺ فرماتے ہیں کہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی مقیمنا باذن ربنا ''یعنی مدینہ کی مٹی لعاب دہن میں لگا کر جس مریض کو بھی استعمال کرائی جائے اس کو خدا کے حکم سے شفا حاصل ہو گی''۔ مولانا حسن بریلوی نے اس حدیث کا نہایت ہی لطیف ترجمہ فرمایا ہے۔

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھائی جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

قارئین محترم! آپ یقین فرمائیے کہ اس امت کے خیر الامم یعنی بہترین امت ہونے کی اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس امت کو خدا کے پیارے ہم غریبوں کے سہارے محبوب کبریاء ﷺ سے نسبت و تعلق ہے اور اللہ کے پیارے تو اللہ کے پیارے ہوتے ہی ہیں۔ اس میں کیا شک ہے؟ مگر اللہ کے

پیاروں سے نسبت رکھنے والے بھی اللہ کے پیارے ہو جاتے ہیں۔اس لئے سارے جہان سے زیادہ خدا کے پیارے کی امت بھی خدا کے نزدیک سارے جہان والوں سے زیادہ پیاری ہو گئی۔اب آپ غور کیجئے کہ جب مکہ مکرمہ کو محبوب کریم ﷺ سے نسبت ہو گئی تو اس کی عزت وعظمت میں ایسے چار چاند لگ گئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس کی قسم ذکر فرماتا ہے۔ جب کعبہ کے طواف میں اکڑ کر چلنے کو حبیب خدا سے نسبت حاصل ہو گئی تو اکڑنا اور اترا کر چلنا بھی عبادت بن گیا۔ جب شہر مدینہ جو پہلے بیماریوں کا گھر تھا نسبت محبوب کی وجہ سے دارالشفاء بن گیا۔ جب یہ امت نسبت محبوب کریم ﷺ کی بدولت ''خیر الامم'' ہو گئی تو پھر سمجھ لیجئے کہ وہ جلسہ جس کو حضور صاحب لولاک ﷺ سے نسبت حاصل ہو اور اس کا نام ہی جلسہ میلاد النبی ﷺ ہو بھلا اس جلسے کی عزت وعظمت اور اس کی فضیلت وکرامت کا کیا کہنا؟ یقیناً وہ جلسہ محبوب خدا و مقبول بارگاہ کبریاء ہوگا اور بلاشبہ نسبت مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کی وجہ سے تمام جلسوں میں سب سے زیادہ مکرم ومعظم ہوگا۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

## نور محمدی ﷺ اور شان محبوب رب العالمین

ھوالاول والاخر والظاھر الباطن وھوبکل شئی علیم۔ ان کلمات میں حمد اور ثنائے الٰہی بیان کی گئی ہے۔نیز یہی آیت محبوب کریم ﷺ کی نعت اور وصف کو بھی متضمن ہے۔ آپ ﷺ اول اس لئے ہیں کہ سب سے اول آپ ﷺ کا نور پیدا ہوا۔ جب نہ آسمان تھا، نہ زمین، نہ لوح تھی اور نہ قلم، نہ آدم تھے نہ جن تھے۔ نیز روز میثاق سب سے پہلے آپ ﷺ نے بلیٰ کہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سب سے پہلے آپ ﷺ نے کلمہ پڑھا۔قال اللہ تبارک و تعالیٰ وبذلك امرت وانا اول المومنینن نیز قیامت میں اول آپ ﷺ اپنے روضۂ انور سے باہر تشریف لائیں گے اور آپ ﷺ ہی در شفاعت کھولیں گے۔

آخر آپ ﷺ اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں ہوئی۔ آپ ﷺ کا دین آخری اور مکمل ہے اور آپ ﷺ کی کتاب بھی آخری ہے۔آپ ﷺ ظاہر اس لئے ہیں کہ تمام آفاق میں آپ ﷺ کے انوار موجود ہیں اور باطن اس لئے کہ آپ ﷺ کی حقیقت نگاہ عالم سے پوشیدہ ہے۔وھو بکل شئی عطیم اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ ہر شے کے عالم ہیں۔اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کا نور سب سے اول پیدا فرمایا۔ حدیث پاک ہے اول ماخلق اللہ نوری ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا''۔

☆ عن ابی ھریرہ قال قالوا یارسول اللہ حتی وجبت لك النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی

یارسول اللہ ﷺ حضور کے لئے نبوت کب سے ثابت ہے۔فرمایا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے۔

☆ مالک کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے ہاں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل نور تھا۔میرے نور سے اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین' بہشت ودوزخ ہر چیز کو پیدا فرمایا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاکم کائنات ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ بتاؤ تمہاری عمر کتنے سال ہے۔جبریل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس کا مجھے کوئی علم نہیں لیکن حجاب رابع میں ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک دفعہ طلوع ہوتا تھا۔اس کو میں نے ۷۲ ہزار مرتبہ دیکھا۔آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل (علیہ السلام) اپنے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وما خلقنا السموات الارض وما بینھما الا بالحق ''ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو محبوب ﷺ کے واسطہ پیدا فرمایا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کس لئے پیدا فرمائے گئے ہیں۔فرمایا جب مجھ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے عرض کی اے رب تو نے مجھے کس لئے پیدا فرمایا۔ارشاد ہوا۔مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں زمین اور آسمان اور کوئی شے پیدا نہ فرماتا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی ''محمد ﷺ'' کون ہیں۔جس کی محبت میری توحید سے شرط ہے۔ارشاد ہوا کہ ''محمد ﷺ' وہ ہیں کہ جن کا نام نامی دو ہزار برس آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے میں نے عرش پر لکھائی۔اے موسیٰ (علیہ السلام) اگر تو میری بارگاہ میں نزدیکی چاہتا ہے۔تو ان پر بکثرت درود بھیجا کر۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔جب حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھایا اور جنت سے نکالے گئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کا واسطہ دیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمایا۔
حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح ڈالی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی پیدائش ہر چیز سے اول ہے۔جب آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کا واسطہ دے کر اپنی مغفرت کرائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) اگر تو تمام زمین اور آسمان والوں کی مغفرت چاہتا تو میں آپ ﷺ کے واسطہ سے ان کی خطائیں معاف کر دیتا۔

روایات میں ہے کہ جب خدائے قدوس وبرتر نے اپنے محبوب ﷺ کا نور پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کے نور سے تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار کو ظاہر فرمایا تو حضور ﷺ کے نور کو ان کے انوار کی طرف نظر

کرنے کا حکم دیا۔ اسی نور کی کرامت ظہور نے جب انوار انبیاء علیہم السلام ہو جب حکم احکم الحاکمین نظر فرمائی تو آپ ﷺ کے نور کی روشنی کے آگے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار کی روشنی ماند پڑ گئی۔ سب نبیوں کے نور پر آپ ﷺ کا نور غالب آیا۔ انوار انبیاء علیہم السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ مولا یہ کس کا نور ہے جس کے چمک دمک کے روبرو ہمارے انوار پھیکے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ نور میرے پیارے حبیب محمد بن عبداللہ کا نور ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو مرتبہ نبوت پر فائض ہو گے۔ سب نے یک زبان ہو کر عرض کی۔ مولا! ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ ارشاد ہوا پس میں تم پر گواہ ہوں۔ کیا شان ہے ہمارے رسول پاک ﷺ کی کہ تمام انبیاء کرام اور رسل مقام کو آپ ﷺ کے صدقے میں نبوت عطا فرمائی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء علیہم السلام بھیجے سب سے آپ ﷺ کے بارے میں عہد لیا گیا کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں چنانچہ اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام حضور سید المرسلین ﷺ کے مناقب بیان کرتے رہے اور اپنی مجالس اور محافل میں محبوب کریم ﷺ کی تعریف کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین اور شمس و قمر وغیرہ پیدا فرمائے پھر آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر تمام عالم میں ندا کی گئی کہ تم میں سے جو کوئی نور مصطفیٰ ﷺ کی رفاقت رکھنے کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو وہ اس امانت کو اٹھالے جب عالم میں سے کسی نے گوہر بے بہا کے ودیعت رکھنے کی قابلیت اہلیت استعداد نہ دیکھی تو سب نے سر کے عجز جھکا دیا تب اشرف المخلوقات حضرت آدم علیہ السلام نے اس امانت کو اٹھالیا (سورۃ احزاب)۔ انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها و حملها الانسان ''بے شک ہم نے امانت (نور مصطفیٰ ﷺ) پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان (آدم علیہ السلام) نے اس کو اٹھالیا الغرض۔ نور مصطفیٰ ﷺ کو جب آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا گیا تو بارگاہ الٰہی میں آدم علیہ السلام کا رتبہ بہت بلند ہو گیا چنانچہ حق تعالیٰ نے اس نور مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے آدم علیہ السلام کو جملہ مخلوقات کے اسماء تعلیم فرمائے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے وعلم آدم الاسما کلھا ''اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس نور پاک ﷺ کی برکت سے آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا اور تمام ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے واذ قلنا للملئکة اسجدو لا دم فسجدو الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین ''اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا'' محققین اور عرفا فرماتے ہیں کہ ملائکہ کا سجدہ حاضر آدم علیہ السلام کو تھا اور حقیقتاً نور محمد ﷺ کو تھا۔ جب ملائکہ کرام سجدہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بذریعہ ملائکہ بہشتی جوڑا پہنایا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منقوش تھا۔ سر پر نورانی تاج رکھا اور

فرشتوں نے بہشتی تخت پر بٹھایا اور ستر ہزار فرشتے دائیں طرف اور ستر ہزار بائیں طرف ستر ہزار آگے اور ستر ہزار پیچھے ہو کر صلوۃ و تحیتہ پڑھنے لگے۔ جب نور محمدی ﷺ پیشانی آدم میں جلوہ فرما ہوا۔ آپ علیہ السلام اپنی پیشانی سے باریک آواز سننے لگے حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی مولا یہ آواز کیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آدم یہ آواز ہمارے حبیب ﷺ کے نور کی تسبیح ہے۔ تفسیر بحر العلوم نسفی میں ہے کہ جب نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں رونق افروز ہوا تو ملائکہ اعلیٰ میں ان کی تعظیم ہونے لگی تمام ملائکہ آپ علیہ السلام کے پیچھے بطور اکرام و تعظیم کے چلتے تو ایک روز آدم علیہ السلام نے بارگاہ میں عرض کی الٰہی میری اس تعظیم و توقیر کا کیا سبب ہے۔ خطاب آیا۔ اے آدم جو نور تیری پیشانی میں جلوہ گر ہے یہ سب تعظیم و توقیر اس نور محمدی ﷺ کی ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی الٰہی اس نور کو کسی عضو میں منتقل فرما تا کہ میں اس کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور اپنے قلب کو مسرور کر سکوں چنانچہ وہ نور محمدی ﷺ آپ علیہ السلام کے دست کی انگلی سبابہ میں منتقل فرمایا گیا جب آپ علیہ السلام نے اس نور کا مشاہدہ کیا زیارت سے مشرف ہوئے اس انگلی کو اٹھایا اور پڑھا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ (ﷺ) یہی وجہ ہے کہ اس انگلی کا نام شہادت کی انگلی پڑ گیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت میں قیام پذیر ہوئے تو اکیلے تھے کوئی ہم جنس نہ تھا تو آدم علیہ السلام نے اپنے ہم جنس جوڑے کی درخواست پیش کی پس اللہ تعالیٰ نے ان پر خواب طاری فرما کر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا جب آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو حضرت حوا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کی طرف دست تصرف دراز کیا ملائکہ تو سین بحکم رب العالمین مانع ہوئے اور کہا اے آدم علیہ السلام نکاح سے پہلے اور مہر ادا کرنے سے پہلے حواء کو ہاتھ نہ لگانا۔ پوچھا ان کا مہر کیا ہے۔ کہا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر تین مرتبہ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بیس مرتبہ درود شریف پڑھو۔ پس آدم علیہ السلام نے اس طرح کیا حضور ﷺ پر درود پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے حواء کا آدم علیہ السلام سے نکاح کیا۔

جب نور محمدی ﷺ کا انتقال بجانب حضرت حواء ہوا تو فرشتے حضرت حواء کی تعظیم کرنے لگے جب آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی مولا یہ سب مجھ سے پھر کر حضرت حواء کی تعظیم کرنے لگے ہیں۔ حکم ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام) یہ تعظیم و اکرام تیری اس نور کی باعث تھی جو تیری پشت میں جلوہ فرما تھا۔ اب چونکہ وہ نور حضرت حواء کی جانب منتقل ہو گیا جب نور مصطفیٰ ﷺ کا انتقال حضرت شیث علیہ السلام کی طرف ہوا تو حضرت شیث تن تنہا پیدا ہوئے حالانکہ اس سے پہلے ہر حمل سے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقدرت خدا پیدا ہوتے رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے محبوب کریم ﷺ کے جد امجد حضرت شیث علیہ السلام زیادہ خوبصورت اور خوب سیرت اور منبع کمالات تھے بہرحال نور محمدی ﷺ کا انتقال پاک پشتوں اور پاک اصلاب میں ہوتا رہا۔ حدیث پاک لم از ل انقل من اصلاب الطاھر بن الی ارحام

الطاہرات۔ محبوب کریم ﷺ کے نام والد اور از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ آمنہ رضی اللہ عنہما سب پاک تھے موحد تھے۔ مشرک نہ تھے مومن تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المشرکون نجس ''بے شک مشرک نجس اور پلید ہوتے ہیں''۔ جان رحمت ﷺ کے جملہ آباؤاجداد پاک ہیں اور نور محمدی ﷺ حضرت شیث علیہ السلام سے درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت نوح علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا تو ان کو طوفان سے محفوظ فرمایا۔ پھر درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں جلوہ گر ہوا تو ان پر آگ کو گلزار بنایا اندازہ لگائیں شان مصطفیٰ ﷺ کا۔ پھر وہ نور درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں نور محمدی ﷺ کی شعائیں چمکتی تھیں جو یہودی عالم آپ کو دیکھتا تو ہاتھ چومتا۔ آپ جس چیز پر گزرتے وہ انہیں اس نور کے سبب سجدہ کرتی۔

جب نور محمدی ﷺ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوا تو آپ کے جسم سے مشک کستوری کی خوشبو آتی تھی اور ان کی پیشانی میں نوری محمدی ﷺ چمکتا تھا۔ جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر پر لاتے اور ان کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے نور کی برکت سے بارش رحمت برساتا ہوا انہیں سیراب کرتا۔ جب لشکر ابرہہ مسجد کعبہ کو گرانے کے لئے آیا تو قوم قریش خوفزدہ ہو کر حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچی۔ آپ نے قریش کو جمع کیا اور فرمایا کہ کوئی خوف نہ کرو اس گھر کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ میں صرف اس در یتیم (نور محمدی ﷺ) کا محافظ ہوں۔ جب ابرہہ کی فوج حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے چار سو اونٹ پکڑ کر لے گئے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اونٹ لینے گئے تو آپ کی خوبصورتی اور شخصیت اور نور کو دیکھ کر ابرہہ نے اپنی کرسی چھوڑ دی اور بڑی تعظیم کی اور اونٹ واپس کر دیئے۔ حتیٰ کہ ابرہہ کے ہاتھیوں نے حضور اقدس ﷺ کے نور کو مانتے ہوئے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سامنے سر عجز سے جھکا دیئے۔ جب انتقال نوری محمدی بجانب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوتا ہے تو آپ کا چہرہ مبارک روشن ستارے کی طرح نظر آتا ہے۔ ایک دن حضرت عبداللہ نے اپنے باپ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں عرض کی جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور نکلتا ہے اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں ایک حصہ مشرق اور ایک حصہ مغرب کو گھیر لیتا ہے پھر وہ نور میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ جب میں خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں تو فوراً وہ سبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ جب اس سے اٹھ جاتا ہوں تو پہلے کی طرح خشک ہو جاتا ہے۔ جب کسی بت خانے کے قریب سے گزرتا ہوں تو بت چیخنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جب اس نور کا ظہور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں ہوا تو آپ فرماتی ہیں کعبہ کے رب کی قسم وہ دنیا عالم کا سردار ہے اور دنیا کے رہنے والوں کے لئے سراج ہے اور مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی۔ اس رات کی صبح کو تمام روئے زمین کے بت اوندھے منہ گر پڑے اور تمام بادشاہوں کے تخت سرنگوں ہو گئے۔ آپ ﷺ

کی برکت سے کوئی گھر ایسا نہ رہا جو روشن نہ ہوا ہو اور ہر مکان میں نور داخل نہ ہوا ہو۔ آپ ﷺ کے شکمِ مادر میں آنے سے قریش کے علاقے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ درخت خشک ہو گئے جانور لاغر ہو گئے جب نور محمدی ﷺ شکمِ مادر میں جلوہ گر ہوئے تو دنیا کی حالت بدل گئی۔ رحمت کی بارش برسی برکتوں کی کثرت تمام جہان پر ہو گئی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس سال تمام دنیا کی عورتیں اس نور محمدی ﷺ کی برکت سے بچے جنیں لڑکی کوئی نہ جنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

جان رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی مہینہ مبارک ربیع الاول کا تھا۔ اس ماہ (۱۲) تاریخ تھی۔ پیر کا دن تھا اسی پیر کے دن آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اسی پیر کو آپ ﷺ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اسی پیر کو مدینہ منورہ میں تشریف لائے اسی پیر کو مکہ فتح ہوا اور اسی پیر کو آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

قارئین محترم! اللہ کریم رب العالمین ہے اور بے مثال ہے جبکہ محبوب کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور بے مثال ہیں۔ پیغمبر اسلام کی ذات بابرکات ہر ایک کے لئے خیر و برکت و عافیت کا وسیلہ ہے۔ بدقسمتی سے زمانہ موجودہ کے مسلمان جہاں اور باتیں بھول چکے وہاں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی شان سے بھی غافل ہو گئے ہیں۔ پھر شامت اعمال سے مسلمان قوم میں ایسے مسلم نما بے دین بھی پیدا ہو گئے ہیں کہ جنہوں نے شان محبوب ﷺ کو گھٹانا اپنا دین قرار دیدیا ہے اور اس ذات کریم کو اپنی مثل بشر اور بڑا بھائی اور معاذ اللہ نہ معلوم کیا کیا بتانا شروع کر دیا ہے۔ سیدھے سادھے مسلمان ان کے جبہ اور دستار کو دیکھ کر ان کے دام میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ آج کل کے ظاہر بین لوگ ایک آیت مبارکہ کو اکثر بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ ہم جیسے انسان ہیں اور کھانے پینے اور موت و زیست میں ہم جیسے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ اس طرح ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (سورۃ کہف) ''آپ (ﷺ) فرمائیں کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''۔ یہ طبقہ کور چشم اور باطنی طور پر اندھا ہونے کی علاوہ ظاہر کو بھی ٹھیک طریقے سے نہیں سمجھ سکا۔ اس آیت مبارکہ کو ہم چار طرح سے دیکھ سکتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس آیت سے مقصد کیا ہے؟

۲۔ یہ کہ کیا آپ ﷺ کو بشر وغیرہ اور خطاب عامہ سے پکارنا شرعاً جائز ہے یا حرام؟

۳۔ یہ کہ شرعاً یا عقلاً رحمت دو جہاں ﷺ واقعی ہم جیسے بشر ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو آیت میں مثلکم سے کیا مراد ہے؟

۴۔ یہ کہ یوحی الی نے کیا فائدہ دیا؟

اب تمام مومن اور کافر جانتے تھے کہ مالک کائنات ﷺ صاحب لولاک ﷺ گروہ انسانی میں جلوہ گر ہوئے۔ کفار تو پہلے ہی کہا کرتے تھے ما انت الا بشر مثلنا ''نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر'' اور

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ نبی ہیں اور نبی وہ انسان ہوتے ہیں۔ جو اللہ کریم کی طرف سے احکام شریعت کی تبلیغ فرمانے کے واسطے بھیجے جاتے ہیں۔ غرضیکہ تمام دنیا اس مسئلہ کو جانتی اور مانتی ہے پھر اس قدر کھلی ہوئی' جانی ہوئی اور مانی ہوئی بات کو قرآن کریم نے اس قدر اہتمام سے کیوں بیان فرمایا۔ آخر اس سے کیا مقصد ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صرف دو معجزے دیکھے تھے اور وہ دو معجزے تھے بغیر باپ کے پیدا ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا یا بیماروں کو شفاء بخشا اور صرف ان دو معجزوں کو دیکھ کر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک کا بیٹا کہہ دیا۔ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام میں صرف ایک معجزہ یعنی سو برس کے بعد زندہ ہونے کو دیکھ کر ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ مشرکین نے فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں مان لیا۔ غرضیکہ ان بیوقوف لوگوں نے معجزات' قوت یا طاقت کو دیکھ کر ان افراد کی شان میں اضافہ کر دیا لیکن بعض بے دین لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کی شان میں کمی کی۔ مگر اسلام کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان ان دونوں کاموں یعنی افراط تفریط (کمی یا بیشی) سے محفوظ رہیں۔ ان قوموں نے تو چند معجزات دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کو خدا کا بیٹا وغیرہ کہہ دیا مگر جان رحمت ﷺ کے دست حق پرست پر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر معجزات دیکھے گئے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اشارہ کرنے سے ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آیا۔ حکم دینے سے بادل آیا اور برسا اور پھر اشارہ پا کر چھٹ گیا۔ آپ ﷺ کے ارشاد پاک سے وہ درخت جو کافی دور دور تھے آپس میں جڑ گئے۔ کنکریوں نے ابوجہل کی مٹھی میں کلمہ شہادت پڑھا۔ آپ ﷺ کے ہجر و فراق میں لکڑیاں (منبر) روئیں۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ اشارے پر مردے زندہ ہوئے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غرضیکہ بے شمار معجزات کا آپ ﷺ سے ظہور ہوا تو یہ خدشہ تھا کہ کوئی رحمت دو جہاں ﷺ کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنے لگے اس لئے آپ ﷺ نے اپنی ہر ایک ادا سے اپنی بندگی کا اظہار فرمایا اور کلمہ میں بھی پڑھوایا عبدہ ورسولہ اس وجہ سے قرآن نے بھی اعلان فرمایا انما انا بشر مثلکم۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں اور ان کی جلوہ گری انسانوں میں ہوئی مگر ان کو بشر یا بھائی یا باوا یا انسان کہہ کر پکارنا حرام ہے اور اگر یہ نیت توہین کہا جائے تو یہ کفر ہے (عالمگیری وغیرہ) قرآن کریم فرماتا ہے ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم ببعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ اس آیت مبارکہ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ جن خطابات سے ایک دوسرے کو معمولی طریقے سے پکارتے ہو اس طرح رحمت دو جہاں ﷺ کو نہ پکارو ورنہ تمہارے اعمال ضبط ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور یاد رہے کہ اعمال ضبط ہونا کفر ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت کو کلمہ منشاء قل سے شروع فرمایا یعنی اے محبوب ﷺ آپ بطریق انکسار فرما دو کہ میں تم جیسا بشر ہوں مگر نہ تو

ہم آپ ﷺ کو بشر کے خطاب سے پکاریں گے اور نہ کسی بشر کو اجازت ہے کہ آپ ﷺ کو اس خطاب سے پکارے۔ اسی لئے سارے قرآن کریم میں اللہ پاک نے کسی بھی جگہ جان کائنات ﷺ کو بشر یا آدمی یا مومنوں کا بھائی وغیرہ کہہ کر نہیں پکارا بلکہ فرمایا یاایھا النبی ' یاایھا الرسول ' یاایھا المزمل ' یاایھا المدثر "اے چادر اوڑھنے والے' اے بڑے درجے والے' اے ہمارا پیغام لوگوں کو سنانے والے"۔ جب خود اللہ تعالیٰ ان کو بشر سے خطاب نہیں کر رہا ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ہم اس طرح ان کو یاد کریں۔ یہاں دنیوی عظمت والے کسی شخص کو معمولی خطاب سے پکارنا اس کی عظمت کا انکار ہے۔ یہاں بھی کسی خان بہادر یا نواب صاحب کو آدمی اور بھائی کہنے والا مجرم ہے۔ مستحق سزا ہے تو جو حضرات انبیاء علیہم السلام بارگاہ الٰہی سے خطاب یافتہ ہوں ان کو عام القاب سے پکارنے والا تو خود بخود بے دین ہے۔ اگر اپنی ماں کو کہے او باپ کی بیوی یا باپ سے کہے او انسان' اس مرد تو گستاخ کہا جائے گا۔ تو بتایئے کہ رحمت کائنات ﷺ کو ان القاب سے پکارنے والا کیونکر گستاخ نہ ہوگا اور کیوں بے ادب نہ کہا جائے گا۔ اسی لئے بعض محققین علماء کے نزدیک قرآن میں یاایھا الذین امنو کے خطاب میں محبوب کریم ﷺ داخل نہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ کو عام خطابوں سے نہ پکارا جائے اور یہ عام خطاب ہے۔ دوسرا یہ کہ مومن محبوب کریم ﷺ سے ایمان لینے والے ہیں اور آپ ﷺ ایمان دینے والے ہیں۔ تیسرے یہ کہ آمنو سے مراد (اللہ اور رسول ﷺ پر) ایمان لانے والے ہیں جو دنیا میں آ کر مومن بنے اور رحمت دو جہاں ﷺ تو مومن بن کر دنیا میں تشریف لائے بلکہ نبی بن کر آئے۔ چوتھے یہ کہ دیگر مومنوں پر احکام کی آیتیں نازل ہونے کے بعد احکام فرض ہوئے اور جان رحمت ﷺ نزول قرآن سے پہلے عابد' زاہد' نمازی' عادل اور صادق و امین تھے۔ یہ آیات رحمت دو جہاں ﷺ کے عمل کے لئے نہیں اتریں بلکہ تبلیغی احکام کے لئے آئیں۔ محبوب کریم ﷺ نے معراج میں نماز پڑھائی اور ظہور نبوت سے پہلے غار حرا میں نمازیں پڑھیں۔ حالانکہ اس وقت احکام نہیں آئے تھے۔ پانچویں اس لئے کہ الذین آمنو کے بعد بھی ایسے احکام آئے جو محبوب کریم ﷺ پر جاری نہیں ہو سکتے۔ جیسے اے ایمان والو اپنی آواز کو حضور ﷺ کی آواز پر اونچا نہ کرو یا اے ایمان والو اللہ کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور جو اعمال حضور ﷺ نے کئے وہ ہماری تعلیم کے لئے کئے۔ مسافر جہاز میں پار لگنے کے لئے سوار ہوتے ہیں اور کپتان پار لگانے کے لئے سوار ہوتا ہے۔ اس لئے مسافر کرایہ دیکر بیٹھتے ہیں جبکہ کپتان تنخواہ لے کر بیٹھتا ہے۔ جان رحمت ﷺ نہ شرعاً ہماری طرح ہیں اور نہ عقلاً۔ مگر ان کور چشم لوگوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ شرعاً اس لئے نہیں کہ ایمان اعمال احکام اور معاملات کسی چیز میں بھی ہم کو ان سے مماثلت اور مشابہت نہیں کیونکہ محبوب کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔ اشھد انی رسول اللہ یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اور اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جائیں گے۔ یہ تو ہوا کلمہ میں فرق

نمازیں بھی ہم پر پانچ فرض محبوب کریم ﷺ پر چھ فرض ہیں۔ ہمارے لئے ارکان اسلام پانچ اور

 عید میلاد النبی ﷺ انعام الٰہی

راحت جاں ﷺ کے لئے صرف چار۔ ہم کو چار نکاح حلال آپ ﷺ کو جس قدر چاہیں۔ ہماری بیوی ہماری موت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے محبوب کریم ﷺ کی بیویاں کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں (قرآن کریم)۔ ہماری میراث تقسیم ہو جان رحمت ﷺ کی میراث تقسیم نہیں ہو سکتی (حدیث)۔ ہم لوگ تو قانون کے پابند ہیں مگر قانون الٰہی جنبش لب مصطفیٰ ﷺ کا منتظر ہے۔ جس کو چاہیں حلال فرما دیں اور جس کو چاہیں حرام۔ اس کے بھی بے شمار دلائل موجود ہیں۔ مثلاً حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو کے برابر کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خاتون جنت کی موجودگی میں دوسرے نکاح سے روک دیا۔ ایک صاحب کا کفارہ انہی کو کھلا دیا۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لئے چھ ماہ کی بکری کے بچے کی قربانی جائز فرما دی۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو جوانی میں ایک بی بی کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور اس سے حرمت رضاعت ثابت کر دی۔ حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت فرما دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنابت کی حالت میں مسجد اقدس میں رہنا مباح فرما دیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت فرما دی۔ ایک شخص سے اس شرط پر اسلام لانا قبول فرمایا کہ وہ دو نمازوں سے زائد نماز نہیں پڑھے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سورج نکلنے کے وقت سے روزہ رکھنے کی اجازت دے دی۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہما کی درخواست پر آپ ﷺ نے انہیں صرف فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کا حکم فرما دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ احکام الٰہی محبوب کریم ﷺ کے سپرد ہیں۔ جس پر جو چاہیں حکم فرما دیں۔ مگر اے ظاہر بین ذرا تو اپنے اندر بھی جھانک تجھے مالک کائنات ﷺ کو بڑے بھائی کے برابر سمجھنے یا کہنے پر شرم آنی چاہئے۔ اسی طرح محبوب کریم ﷺ عقلاً بھی ہم جیسے نہیں کیونکہ محبوب کریم ﷺ نے خدا کو دیکھا۔ جنت و دوزخ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کو معراج ہوئی ہم کو نہیں۔ پھر ذرا یہ دیکھ کہ ہم جو کچھ کھاتے اور پیتے ہیں اس سے نجس چیزیں یعنی پیشاب اور پاخانہ بنتا ہے اور جان رحمت ﷺ جو کچھ کھاتے ہیں اس سے نور الٰہی بنتا ہے۔ جیسے شہد کی مکھی جو کھاتی ہے اس سے شہد بنتا ہے مگر زنبور جو کھاتی ہے اس سے زہر بنتا ہے۔ محبوب کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں ہم نہیں۔ آپ ﷺ کے جسم پاک کا سایہ نہیں ہمارا سایہ ہے۔ دھوپ کے وقت محبوب کریم ﷺ پر بادل سایہ کرتا تھا ہم کو یہ بات حاصل نہیں۔ محبوب کریم ﷺ عارف باللہ پیدا ہوئے ہم لوگ پیدا ہو کر ''علم سیکھ کر بھی اس درجہ پر نہیں پہنچے پھر مماثلت اور مشابہت کیسی۔ اب اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ فرما دو کہ ظاہری بشریت میں ہم تم جیسے ہیں۔ بشر کہتے ہیں بشرہ والا اور بشرہ کہتے ہیں ظاہری کھال کو اور ظاہری بشرہ میں بھی صرف ظاہری طور پر ہم جیسے معلوم ہوتے ہیں ورنہ اس میں بھی بڑا فرق ہے۔ بعض انسان ظاہری حالات میں ہم تم جیسے بشر ہیں مثلاً ظاہری طور پر کھانا پینا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا امراض وغیرہ کا آنا۔ ورنہ حقیقتاً ان حالات میں بھی محبوب کریم ﷺ کا حال شریف ہم سے بالکل علیحدہ ہے۔

یوحی الی سے اس شبہ کو دور کر رہا ہے جو مثلکم سے پیدا ہوتا تھا۔ شاید کوئی کہہ دیتا کہ جان رحمت ﷺ ہر وصف میں ہم جیسے ہیں۔ فرمایا گیا نہیں ہم صاحب وحی ہیں اور تم ہمارے امتی۔ وحی والا امتی کی طرح کس طرح ہو سکتا ہے۔ یوحی کی حقیقت نے نبی اور امتی میں ایسا فرق کر دیا جیسا ناطق کی قید نے انسان اور غیر انسان میں۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری لکھتے ہیں کہ جوہر اور انسان میں پانچ درجے کا فرق ہے کہ انسان کے اوپر حیوان' پھر جسم نامی پھر جسم مطلق پھر اس پر جوہر مگر بشر اور محبوب کریم ﷺ میں ستائیس درجہ فرق ہے۔ یعنی بشریت سے مصطفویت ۲۷ درجہ بلند و بالا ہے۔ جس کے بعد صرف الوہیت ہی کا درجہ ہے۔ یہاں عبدیت کے سارے درجے ختم ہو جاتے ہیں۔ یعنی بشر پر مومن۔ اس پر صالح' اس پر شہید' اس پر متقی' اس پر مجتہد' اس پر اوتاد' اس پر ابدال' اس پر قطب' اس پر قطب الاقطاب' اس پر غوث' اس پر غوث الاعظم۔ پھر اس پر تابعی پھر اس پر انصاری پھر ان پر مہاجر' پھر ان پر صدیق' پھر ان پر نبی' پھر ان پر رسول' پھر ان پر اولوالعزم' پھر ان پر خلیل' پھر ان پر ختم النبیین' پھر اس وصف پر رحمۃ اللعالمین' پھر ان پر حبیب' پھر اس درجہ پر محبوب کریم ﷺ اور یہ اجمالی ذکر ہے۔ جبکہ ہم عام بشر' عالم انوار اور ملائکہ کی مثل نہیں۔ حالانکہ وہ بھی جوہر ہیں اور ہم بھی جوہر۔ مگر پانچ درجہ فرق نے فرق عظیم پیدا کر دیا تو عام بشر اور محبوب کریم ﷺ کس طرح برابر ہوں گے حالانکہ یہاں ۲۷ درجے کا فرق ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان پارہ ۱۶ سورۃ مریم کے ماتحت فرماتے ہیں کہ جان رحمت ﷺ کی تین صورتیں ہیں ایک بشری جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ دوسری حقی جس کے متعلق حضور فرماتے ہیں من رانی فقد رانی الحق ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا'' تیسری صورت ملکی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں لی مع الله وقت لا یسعنی ایه ملك مقرب ولا نبی مرسل یعنی بعض اوقات ہم کو رب تعالیٰ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ اس جگہ نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی مرسل نبی کی۔ حضرت شیخ عبدالحق مدارج النبوت باب سوم میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیات جن میں رحمت دوجہاں ﷺ کی برابری اور مساوات معلوم ہوتی ہو۔ وہ مثل متشابہات کے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال چراغ سے دی ہے۔ کمشکوۃ مصباح تو اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نور الٰہی چراغ جیسا نور ہے۔ اس طرح یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ محبوب کریم ﷺ ہم جیسے بشر ہیں۔ مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کہتے ہیں۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار

یعنی محبوب کریم ﷺ نور ہیں اور نور محض کو دیکھنے کی انسان میں طاقت نہیں۔ جیسے سورج کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی مگر جب سورج پر ہلکا سا بادل آ جائے تب اس بادل کے حجاب سے کچھ لوگ اسے دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح نور کو دکھانے کے لئے بشری حجاب اور لباس پہنایا گیا۔ پھر آپ ﷺ جیسے ہیں ویسا کسی نے نہیں

دیکھا بجز رب تعالیٰ کے۔صوفیاء کے نزدیک تو بشر بھی جان رحمت ﷺ کی نعت ہے کیونکہ بشر کے معنی ہیں خاص رب کے دست قدرت کا بنایا ہوا۔لہذا بشریت بھی انسان کی بڑی اعلیٰ صفت ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ''ہم نے انسان کو احسن صورت پر پیدا کیا'' اور اسی لئے قلب مومن کو اللہ کریم نے اپنی تجلی گاہ بنایا ہے۔

دل گزر گاہ جلیل اکبر است
از ہزار کعبہ یک دل بہتر است

محبوب کریم ﷺ آئینہ پروردگار ہیں۔اگر یہ آئینہ درمیان میں نہ ہوتا تو بندے رب سے فیض نہ لے سکتے۔اس آئینہ کے دو رخ ہیں۔ایک بندوں کی طرف دوسرا خالق کی طرف۔پہلے رخ کی یہ صدا ہے انما انا بشر مثلکم مجھ سے نہ ہٹو میں تمہارا ہم جنس ہوں۔دوسرے رخ کی یہ صدا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔اللہ کریم ان کور چشم لوگوں کو محبوب کریم ﷺ کی اصل حقیقت جاننے کی توفیق عطا فرمائے۔کوئی محبوب کریم ﷺ کی برابری نہیں کر سکتا تو پھر یہ بڑا بھائی کہنے والے بیچارے لوگ۔تف ہے ان کی عقل پر۔مگر کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
جو امی لقبی ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

## ﴿ علم خیر الانام ﷺ ﴾

محترم قارئین کرام! ایمانیات کے باب میں جیسے محبوب کریم ﷺ کو اللہ کا نبی ماننا ضروری ہے اور حضور کو خاتم النبیین ﷺ یعنی سب سے آخری نبی ماننا ضروری ہے اسی طرح اس بات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ اگرچہ نبی کریم ﷺ نے کسی مخلوق سے کوئی علم حاصل نہیں کیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو علم و حکمت سے معمور فرما دیا اور اتنا وسیع علم عطا فرمایا کہ مخلوق کی کیا مجال کہ اس علم کی گہرائی تک پہنچ سکے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ''(اے محبوب ﷺ) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اور حکمت اور علم عطا فرما دیا ہر اس (چیز) کا جسے آپ نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا یہ آپ پر بہت بڑا فضل ہے''۔اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش کا کوئی کنارہ نہیں وہ جب دینے پر آتا ہے تو بے حساب دیتا ہے۔اللہ کی کرم نوازیوں کے سامنے انسانی عقل و خرد بے بس نظر آتی ہے۔اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کا جوبن ملاحظہ ہو وانزل اللہ علیک الکتب الحکمۃ ''اور (اے محبوب ﷺ) اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت کو نازل فرمایا''۔الکتاب میں جو علوم ہیں اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔خود خالق

کائنات ارشاد فرماتا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین ''اور (اے محبوب ﷺ) نازل کیا ہم نے آپ پر الکتاب کو اس میں بیان ہے ہر چیز کا اور یہ ہدایت اور رحمت (بھی) ہے اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے''۔ ہر علمی کتاب میں کچھ نہ کچھ علم تو ہوتا ہی ہے لیکن پھر بھی افادہ اور استفادہ کے لئے معلم (پڑھانے والا) اور متعلم (پڑھنے والا) کی قابلیت کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! وہ کتاب جسے تبیانا لکل شئی ''ہر چیز کا بیان'' اللہ قرار دے اور اس کتاب کی تعلیم دینے والا خود رب العالمین ہو اور اس علم کو اخذ کرنے والا رحمۃ اللعالمین ﷺ ہو تو اس علم کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے الکتاب پر ہی بس نہ کیا بلکہ الحکمۃ ہ سے بھی نوازا اس الحکمۃ میں کیا کچھ علوم و معارف دیئے اسے بجز اللہ اور مصطفیٰ ﷺ کے اور کون جان سکتا ہے؟ اے میرے اللہ! جب تو دیتا ہے تو تیرے دینے کی وسعت کو دیکھ کر انسانی عقل درماندہ ہو جاتی ہے۔ جب تیری کرم نوازی کا بادل برستا ہے تو تیرے کرم کو دیکھ کر انسانی سوچ وخرد کے سب پیمانے ٹوٹتے نظر آتے ہیں بھلا دو تین انچ کا دماغ تیری عطاو بخشش کے جوبن کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے۔ اے میرے اللہ! جب تو نے اپنے محبوب ﷺ کے سینہ میں علم کے دریا انڈیلے تو کتاب وحکمت پر اکتفا نہ کیا بلکہ فرمایا وعلمک مالم تکن تعلم اور (اے محبوب ﷺ) آپ کے رب نے جو کچھ بھی آپ نہ جانتے تھے ہر اس کا علم آپ کو عطا فرما دیا۔ وکان فضل اللہ علیک عظیما ''اور یہ اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل وکرم ہوا ہے''۔

علامہ ابن جریر طبری اسی آیت کریمہ کی تفسیر لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ومن فضل اللہ علیک یامحمد مع سائر ما تفضل بہ علیک من نعمہ انہ انزل علیک الکتاب وھو القران الذی فیہ بیان لکل شئی وھدی وموعظۃ وانزل علیک مع الکتاب الحکمۃ وھی ماکان فی الکتاب مجملا ذکرہ من حلالہ وحرامہ وامرہ ونھیہ واحکامہ ووعدہ ووعیدہ وعلمک مالم تکن تعلم من خیر الاولین والاخرین وماکان وما ھو کائن (ضیاء القرآن تفسیر ابن جریر طبری ۵/۱۴۴)۔ یعنی اے محبوب (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں احسانات سے آپ پر یہ بھی خاص احسان فرمایا کہ آپ کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا جس میں ہر چیز کا بیان ہے نیز اس میں ہدایت کا نور بھی ہے اور پند ونصیحت بھی۔ ایسی جامع کتاب کے ساتھ حکمت یعنی قرآن کے حلال وحرام اور اوامر ونواہی وغیرہ کے اجمال کی تفصیل بھی نازل کی نیز آپ کو ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا۔ یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہوا (ما کان) اور جو کچھ ہونے والا (وما ھو کائن) ہے اس کا علم بھی عنایت فرمایا۔

## وسعت علم محبوب ﷺ

محترم قارئین کرام! محبوب کریم ﷺ کی علمی وسعت وکثرت کو عطا فرمانے والے اللہ کریم کے سوا

کوئی نہیں جان سکتا۔ جانِ رحمت ﷺ علم وسیع اور فہم عظیم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کثیر علوم نافعہ اور عظیم معارف عالیہ سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو کتاب عطا فرمائی اس کے ذریعے آپ ﷺ کے وسعت علمی کے ساتھ جو فضل عظیم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ونزلنا علیك الکتاب تبیناً لکل شئی (سورۃ النحل) ''اور ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب اتاری جس میں ہر شے کا تفصیلی بیان ہے''۔ دوسرے مقام پر فرمایا مافرطنا فی الکتاب من شئی (سورۃ الانعام) ''ہم نے کتاب میں کوئی شے چھوڑی نہیں''۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا وانزل اللہ علیك الکتاب الحکمۃ وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما (سورۃ النساء) ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے''۔ بخاری و مسلم نے روایت کی محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا ''میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اس کے بارے میں جاننے والا ہوں''۔ حدیث صحیحہ میں ہے آپ ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر دخول جنت تک کے حالات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مبارک الفاظ ہیں کہ فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم (صحیح بخاری شریف' کتاب بدء الخلق) ''آپ (ﷺ) نے ہمیں ابتداء خلق سے لے کر اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخلہ تک کی اطلاع دی''۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے مختلف سوالات کیئے حتیٰ کہ جب انہوں نے اس میں کثرت سے کام لیا تو آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا سلونی لا تسئلونی عن بشئی الا بینۃ لکم ''پوچھو لو مجھ سے تم جو بھی پوچھو گے میں بتاؤں گا''۔ ایک ایسا آدمی بولا جس کی نسبت لوگ غیر والد کی طرف کرتے تھے یا نبی (ﷺ) من ابی؟ میرا باپ کون ہے؟ رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا ابوك حذافۃ ''تیرا باپ حذافہ ہی ہے''۔ واضح رہے کہ خلق خدا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو علم محبوب کریم ﷺ کے ابواب کا یا انواع کا بلکہ اجناس کا احاطہ کر سکے۔ اس کا احاطہ صرف عطا کرنے والا اللہ ہی فرما سکتا ہے ہم آپ ﷺ کے کثرت علوم اور وسعت پر چند دلائل ذکر کیئے دیتے ہیں تا کہ جاہل کو تعلیم اور غافل کو تنبیہ ہو جائے اور اس صاحب مقام رسول ﷺ پر کامل ایمان رکھنے والے کے ایمان میں اضافہ ہو۔ اللہ کریم کا ارشاد گرامی ہے ''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا'' (سورۃ علق)۔

جبرائیل علیہ السلام قرآن لے کر آئے اور کہا پڑھو فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں کیونکہ آپ ﷺ امی تھے نہ کسی سے پڑھنا سیکھا اور نہ لکھنا۔ جبرائیل علیہ السلام نے تین دفعہ کہا اور آپ ﷺ کو تین بار بازوؤں میں لے کر اپنے ساتھ ضم کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ معانی اسرار اور انوار کا

آپ ﷺ پر فیضان ہو جس کا تعلق جسم سے بھی تھا اور دل و روح کے ساتھ بھی پھر کہا اقراء باسم ربك ''یعنی آپ (ﷺ) اپنے رب کے نام کی برکت سے پڑھو'' نہ کہ اپنے سیکھنے کی بنیاد پر کیونکہ اس سے پہلے آپ ﷺ نے کچھ نہیں پڑھا اور نہ کسی سے سیکھا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ قرآن کے قاری اور عالم ہو گئے اور قرآن کی تلاوت کرنے لگے حالانکہ چالیس سال تک ایک آیت بھی آپ ﷺ نے نہ پڑھی تھی۔ اس میں اس پر برہان قاطع اور دلیل ساطع ہے کہ آپ ﷺ اللہ کریم کی طرف سے وحی کی بنا پر بولنے والے ہیں۔ اللہ کریم کا ارشاد پاک ہے ''آپ (ﷺ) فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں'' (سورۃ یونس)۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ''اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے'' (سورۃ عنکبوت)۔

جب دشمنوں نے آپ ﷺ پر یہ تہمت لگائی کہ انہوں نے یہ سارا کچھ ایک عجمی نوجوان سے سیکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تردید کرتے ہوئے فرمایا ''اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے'' یعنی وہ نوجوان جو بعض قریش کا مملوک تھا لیکن عجمی تھا تو فرمایا ''جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان'' (النحل)۔ تو محبوب کریم ﷺ یہ قرآن اپنی طرف سے نہیں لائے اور نہ ہی کسی مخلوق کی طرف سے کیونکہ مخلوق تو اس کی مثل لانے سے عاجز ہے یہ تو رب العالمین کی جانب سے ہی ہے۔ اللہ کریم کا فرمان عالی شان ہے ''رحمٰن نے اپنے محبوب (ﷺ) کو قرآن سکھایا' انسانیت کی جان محمد (ﷺ) پیدا فرمایا (ما کان وما یکون) کا بیان انہیں سکھایا'' (سورۃ رحمٰن)۔ اول انسان جسے رحمٰن نے خود قرآن سکھایا وہ سیدنا حضرت محمد ﷺ ہی ہیں پھر ان سے لوگوں نے قرآن لیا اور سیکھا جیسے کہ آپ ﷺ ہی پہلے انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے معانی قرآن کی تعلیم دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو قرآن سکھایا۔ اس کے الفاظ کی تلاوت سکھائی معانی و حکمتیں' معارف و اسرار' ارشادات اور خصائص سے آگاہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے ''اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے'' (سورۃ اعلیٰ)۔

☆ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ النصر اذا جاء نصر الله والفتح کا نزول ہوا تو محبوب کریم ﷺ کو آگاہ کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کا وصال ہونے والا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا نعیت الی نفسی ''مجھے میرے وصال کی اطلاع کر دی گئی ہے'' اور اسی سال آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا'' (سورۃ انعام)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو اولین و آخرین کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ قرآن کی تلاوت کرے۔ جان رحمت ﷺ کے چچا زاد اور مبارک داماد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا

فرمان ہے۔ میں تمہارے لئے سورۃ فاتحہ پر گفتگو کروں یعنی اس کی تفسیر لکھوں تو اس کا بوجھ ستر (۷۰) اونٹ اٹھا سکیں گے۔ مقام غور ہے کہ جو علوم اور قرآنی مفاہیم آپ ﷺ کو حاصل ہیں ان کا عالم کیا ہوگا؟ امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مالک کائنات ﷺ نے فرمایا ''سنو مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی''۔ آپ ﷺ کے وسعت علمی پر اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر غیوب کا اظہار و مطلع کرنا بھی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کے علوم میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کثیر علوم غیبیہ کا اظہار فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے'' (سورۃ جن)۔

☆ امام بخاری و مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جان رحمت ﷺ نے خطبہ دیا ''اور قیامت قائم ہونے تک ہونے والے کسی شئے کو نہیں چھوڑا یعنی تمام کو بیان فرمایا جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جس نے نہ جانا اسے علم نہ رہا''۔

☆ صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن محبوب کریم ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور ہمیں ظہر تک خطبہ دیا۔ پھر آپ ﷺ منبر سے اترے اور ظہر پڑھائی پھر عصر تک خطبہ دیا پھر اتر کر عصر پڑھائی پھر مغرب تک خطبہ دیا اور اس میں فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا ''قیامت تک ہونے والے واقعات سے ہمیں آگاہ فرمایا ہم میں سے جو زیادہ عالم تھا اس نے اسے زیادہ محفوظ رکھا''۔

☆ امام ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا میرے دوست بھول گئے یا بھلا دیئے گئے ہیں۔ ''اللہ کی قسم راحت جاں ﷺ نے اختتام دنیا تک ہر فتنہ کے سربراہ کا نام اس کے والد کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بتا دیا اور اس میں سے کسی کو ترک نہیں فرمایا۔

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جان رحمت ﷺ سے کرسی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات قدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ سات آسمان اور سات زمینیں کرسی کے مقابلہ میں ایک انگوٹھی کی مانند ہیں جو کسی ویرانہ میں ہو اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسے ہے جیسے ویرانہ کی اس انگوٹھی پر (تفسیر ابن کثیر)۔

☆ امام ابوداؤد نے نقل کیا رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی کہ میں حاملین عرش فرشتوں میں سے ایک کے بارے میں بیان کروں ''اس کے کان اور کاندھے کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے برابر ہے'' (ابوداؤد)۔

☆ امام ترمذی امام احمد کی احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھ پر ہر شئے آشکار ہوگئی اور میں نے اسے پہچان لیا'' اور روایت کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ ''تو میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شئے کو جان لیا''۔ طبرانی کے الفاظ ہیں فعلمنی کل شئی ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر شئے کا علم دے دیا''۔

☆ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جان رحمت ﷺ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے ایک نبی کو دیکھا جن کے ساتھ دس سے بھی کم امتی تھے۔ ایک نبی کے ساتھ ایک آدمی اور کسی کے ساتھ دو اور کسی کے ساتھ کوئی بھی امتی نہ تھا۔ اچانک میرے سامنے بہت بڑی جماعت کو لایا گیا میں نے خیال کیا شاید یہ میرے امتی ہیں مجھے بتایا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے لیکن اے نبی تم افق کی طرف دیکھو دیکھا تو اس طرف بھی انبوہ کثیر تھا۔ فرمایا گیا یہ تمہاری امت ہے اور اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ کریم نے آپ ﷺ کو تمام دنیا کا مشاہدہ عطا فرمایا اور آپ ﷺ نے اسے ملاحظہ کیا۔

☆ امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اس طرح آشکار کر دی ہے کہ میں اسے اور اس میں تا قیامت ہونے والے معاملات کو اس ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں (طبرانی)۔

☆ مسلم شریف میں ہے ''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا''۔ آپ ﷺ وقوع سے پہلے ہی امور غیبیہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔

☆ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے ایک ٹیلہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ عرض کی گئی نہیں فرمایا ''میں تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کی طرح فتنہ واقع ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں'' (بخاری و مسلم)۔

☆ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان بدر میں راحت جاں ﷺ نے اپنے دست مبارک سے زمین پر نشان لگا کر فرمایا فلاں کافر یہاں مرے گا اور فلاں یہاں۔ ''ان میں سے ایک بھی مالک کائنات ﷺ کے دست اقدس کے نشان سے تھوڑا بھی دور نہیں ہوا''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''آپ (ﷺ) فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں مگر اللہ'' (سورۃ نمل)۔ ایک اور مقام پر فرمایا ''اسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب'' (سورۃ کہف)۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیت کریمہ میں ہمیں یہ اطلاع بھی دے دی ہے کہ رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب فرما کر اس پر غیب کا اظہار فرمائے اور حکمت الٰہیہ کے تحت جس غیب پر چاہے مطلع فرما دے مثلاً اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعض غیوب پر مطلع فرمایا تاکہ ان کی نبوت کے صدق اور قوم پر حجت بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے ''اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو'' (سورۃ العمران)۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولان کرام کو حکمت کے تحت جن غیوب پر چاہا مطلع فرما دیا تاکہ وہ ان کی نبوت کے صدق پر دلیل بن سکے ہاں یہ علم غیب آلات کے ذریعے نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس میں اسباب

حاویہ کا دخل ہوتا ہے اور نہ ہی علامات عرفیہ کا بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہی ہوتا ہے۔
یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ علم نجوم وعلم افلاک اور فضائی رصد گاہوں وغیرہ کے حاصل ہونے والے بعض مخفی چیزوں کا علم غیب نہیں کہلائے گا کیونکہ ان میں سائنسی آلات اور قواعد عادیہ اور عرفیہ کا دخل ہے کیونکہ علم غیب کے لئے یہ شرط ہے کہ تمام مادیات' وسائط کونیہ' اسباب عادیہ اور علامات عرفیہ سے بالاتر ہو اور اسے محققین نے خوب واضح کر دیا ہے یہی وجہ ہے اگر کوئی طبیب کسی آلہ کے ذریعے دل کی قوت اور ضعف یا نبض کے ذریعے اندرونی اور مخفی امراض کا بتاتا ہے تو اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے غیبی خبر دی ہے جیسا کہ فلکیات کا ماہر آلات سائنس کے ذریعے موسمی تغیرات مثلاً حرارت و برودت وغیرہ کے بارے میں بتائے تو اسے بھی غیب کا علم نہیں کہا جائے گا۔

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بھی اس سے تعلق رکھتا ہے کہ ایک آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جس نے کسی اجنبی خاتون کو تاڑا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم پر ایک ایسا آدمی آیا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہے''۔ آدمی نے عرض کیا یا امیر المومنین اوحی بعد رسول اللہ ''کیا رسول اللہ (ﷺ) کے بعد بھی وحی کا سلسلہ ہے'' فرمایا نہیں ولکن فراسة مومن صادقة ''لیکن مومن کی صحیح فراست تو باقی ہے''۔

سنن ترمذی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا ''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی ''بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لئے'' (سورۃ حجرات)۔ آپ ﷺ نے تو روز قیامت ان چیزوں کے حشر کی تفصیلات اور ان کے درمیان قصاص تک کے معاملات کو بیان فرمایا۔

☆ صحیح مسلم اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جان کائنات ﷺ نے فرمایا روز قیامت حق ہر اہل حق تک پہنچایا جائے گا۔ ''حتیٰ کہ بغیر سینگ والی بکری کو سینگ والی سے بدلا دیا جائے گا'' (مسلم و ترمذی)۔

پرندے بھی امت ہیں اس طرح کیڑے بھی امت ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک نبی کو کیڑی نے کاٹا اور انہوں نے ان کی آبادی کو جلانے کا حکم دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ''تم نے ایک ایسی امت کو ہلاک کیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی تھی''۔ شہد کی مکھی امت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بناؤ اور درختوں میں اور چھتوں میں'' (سورۃ نحل)۔ امت سے مراد مخلوقات کی ایک ایسی صنف ہے جس کا نظام حیات' معاشی معاملات' تناسل' اجتماعی نظام اور اس میں آمر و مامور وغیرہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے ''ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ (داخل ہو جاؤ) تمہیں کچل ڈالیں گے سلیمان (علیہ السلام) اور ان کے لشکر بے خبری میں'' (سورۃ نحل)۔ یہ تمام چیزیں سامنے رکھیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ حاکم کائنات ﷺ کے علمی

سمندر کا احاطہ سوائے عطا فرمانے والے اللہ کریم کے کوئی نہیں کر سکتا۔

☆ بخاری و مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد تشریف لائے ظہر پڑھائی سلام کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے قیامت کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے پہلے آنے والے بڑے بڑے واقعات کا ذکر فرمایا پھر فرمایا تم میں اگر کوئی کچھ پوچھنا چاہتا ہے تو مجھ سے پوچھ لے" اللہ کی قسم تم مجھ سے جو بھی پوچھو گے میں اس مقام پر تمہیں بتاؤں گا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تمام انصار صحابہ رو رہے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے سلونی "مجھ سے پوچھ لو"۔ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ میرا ٹھکانہ کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرا والد کون ہے فرمایا تیرا والد حذافہ ہے اس کے بعد فرمایا سلونی سلونی "پوچھو اور پوچھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور کہا "ہم اللہ کے رب اسلام کے دین اور آپ ﷺ کے رسول ہونے پر مطمئن ہیں"۔ اس پر آپ ﷺ نے خاموشی فرمائی پھر فرمایا مجھے قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابھی جنت و دوزخ کو اس سامنے والی دیوار کے پاس میرے سامنے لایا گیا حالانکہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔ میں نے خیر و شر آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا۔

تو دیکھا آپ ﷺ نے بار بار اعلان فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں یہاں کھڑے کھڑے بتا دوں گا اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی وسعت علمی پر کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (سورۃ النساء)" اور آپ (ﷺ) کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے"۔

محترم قارئین کرام! ذرا ہوش سے رہنا۔ اسلام کے ٹھیکیدار بننے والے کچھ لوگ طرح طرح کے گمراہ کن اور بدعقیدہ گروہ جن کی تبلیغ اور دعوت کا مقصد یہ ہے کہ بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ اور اس کے نیک بندوں کا گستاخ بنایا جائے۔ یہ ہر اچھے فعل کو بدعت اور شرک کا نام دے کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ شرک اصل میں اس وقت ہو گا جب کوئی کسی کو اللہ مان کر سجدہ کرے گا یا اس کی عبادت کرے گا۔ اس طرح کوئی نہیں کرتا۔ ایک اور بات قابل غور ہے۔ بدعقیدہ گروہ کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ہے کی رٹ لگانا اصل میں جہالت اور الٹی توحید ہے۔ جس حدیث میں آپ ﷺ کا نور ہونا، علم غیب ہونا، آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا یا آپ ﷺ کی شان بیان کی گئی ہو وہ حدیث ان لوگوں کے لئے ضعیف ہوتی ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے۔ منافقت کا اور گستاخ رسول ﷺ کا۔ آپ سب لوگ ان لوگوں سے اپنے ایمان کو بچائیں۔

## رحمۃ اللعالمین ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و قدرت کاملہ سے کائنات عالم میں جو کچھ پیدا فرمایا وہ لاجواب پیدا فرمایا۔

جیسا بے مثل وہ خود ہے اس نے ہر شے کو بے مثال پیدا کیا۔ یوں تو دنیا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لاکھوں سال قبل پیدا کی گئی تھی اور آج کی جدید تحقیق بتاتی ہے کہ کروڑوں سال قبل تخلیق عالم ہو چکی تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ حکم الٰہی کے تابع شجر و حجر' نباتات و جمادات سب کی تسبیح کا انداز یکساں ہے۔ فرشتوں اور ملائکہ کی انتہا نہیں لاکھوں فرشتے سجدے میں لاکھوں قیام میں اور لاکھوں رکوع میں رہتے ہیں۔ غرض کائنات عالم میں کوئی تخلیق ایسی نہیں جس کی تسبیح مختلف ہو یا کسی شے کی طرف سے بغاوت' خودسری' خودفہمی' انکار' اقرار و شرک یا بدعت سیہ کا احتمال ہو۔ تسبیحات کی یکسانیت کروڑوں سال سے چلی آ رہی تھی۔ رب العلمین کی پرستش کرنے کے لئے کوئی کمی نہیں تھی' خلاق عالم کی صناع کے نمونے ہر ہر قدم پر بکھرے پڑے تھے۔ آج بھی اگر کوئی گل و بلبل کا پرستار صحن گلشن میں پہنچ کر خوبصورت تتلیوں' رنگ برنگے پتوں والے درختوں' وضع قطع کے پھولوں کی خوبصورتی کا مشاہدہ کرتا ہے تو ہر طرف بکھرے حسن میں محو ہو کر صناع کے ذوق لطافت کا اندازہ کر سکتا ہے کہ سب کچھ پیدا کرنے والے اور بنانے والے ہاتھ کس قدر خوبصورت ہوں گے۔ عقل حیران رہ جاتی ہے اور یہ مانے بغیر نہیں رہتی کہ ایسی خوبصورت اشیاء کے پیدا کرنے والے نے کہ جس کو دیکھ کر تمام حسن والے فریفتہ ہو کر محو ہو جاتے ہیں تو اگر اس صناع عالم نے اپنے ذوق کے مطابق اپنا محبوب پیدا فرمایا ہو گا تو اس کے حسن کا کیا عالم ہو گا۔

ذکر کر رہا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کروڑوں سال قبل یہ کائنات موجود تھی۔ خالق ہمیشہ سے تھا اور جو ہمیشہ رہے گا۔ مخلوق علاوہ انسان کے موجود تھی صحراؤں میں جانوروں کی بہتات' جنگلوں میں درندوں کی کثرت' سمندروں میں سمندری مخلوق کی زیادتی' بڑے بڑے چھوٹے چھوٹے اور بالکل چھوٹے جانور' کیڑے مکوڑے سب ہی تھے۔ جن میں سے کچھ کے آثار آج بھی ملتے ہیں اور کچھ کے نمونے بھی موجود ہیں اور کچھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ چکے ہیں۔ ہر مخلوق بے مثل رہی تھی۔ لیکن خلاق عالم نے اپنی کسی بھی مخلوق یا تخلیق پر یہ نہ فرمایا تھا کہ میں نے اس کو بہترین تقویم سے پیدا فرمایا لیکن جب ارادہ فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر نسل انسان کی تخلیق و ترسیل کا سلسلہ شروع فرمایا تو یہ فرما کر اس مٹی سے پیدا کئے ہوئے انسان کو عالم مخلوقات پر شرف عطا فرما دیا کہ میں نے انسان کو بہترین تقویم سے پیدا کیا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ حضرت انسان بھی خوب پیدا فرمایا کہ اگر وہ شرف کی طرف متوجہ ہو تو آسمانوں اور ستاروں پر کمندیں لگائے اور اگر تنزل کی طرف رجوع ہو تو قعر مذلت میں آ گرے۔ اس کی ہر مخلوق دو صفات سے متصف رہی یا تو عقل و غضب یا غضب و شہوت یا عقل و شہوت۔ لیکن حضرت انسان میں تین صفات اکٹھی کر دی گئیں۔ قوت ناطقہ یا عقل' شہوت و غضب ان صفات کے علاوہ خصلتیں پیدا فرمائیں۔ خوف' بزدلی' بہادری' چالاکی' خودغرضی' تعاون' بے رخی' بے بہرگی' استغنا' لاپرواہی' تحمل' بردباری' سخاوت' بخل' مکاری' عیاری' دروغ گوئی' فریب دہی' آوارگی' بدراہی' خلق' استقامت' صبر و قناعت تین صفات کے تحت اتنی ساری خصلتیں ایک مخلوق میں پیدا فرمائیں۔ یہ ساری خصلات عقل کے تابع فرما کر انسان کو دیگر مخلوقات پر فضیلت عطا فرما دی۔ ہر انسان میں عقل کو یہ مقام عطا فرمایا کہ دونوں صفات یعنی شہوت و غضب کو اپنے تابع رکھے تا کہ خصلات باطلہ جن کا تعلق شہوت و غضب سے ہے

وہ دبی رہیں اور صرف وہ خصلات ابھر کر سامنے آئیں جن کا تعلق عقل سے ہے جیسے قناعت تحمل بردباری شجاعت دلیری تعاون صداقت اخلاق سخاوت اور ہمدردی۔ چنانچہ جو انسان کسی وجہ سے عقل کی نصیحت سے محروم ہو جاتا ہے تو خصلات باطلہ کا شکار ہو کر معاشرہ کے لئے ایک بدنما داغ بن جاتا ہے اور تنزل اسی قدر ہوتی ہے کہ قعر مذلت میں گر جاتا ہے اور وہ انسان جو عقل کے تابع رہ کر ارتقائی منازل طے کرتے ہیں تو وہ فرشتوں سے بھی افضل مقام پاتے ہیں۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت اماں حوا علیہا السلام کی پیدائش کے بعد اربوں انسان ان کی نسل سے چلے آ رہے ہیں جب بھی انسان کسی موقع پر عقل سے پیدل ہو کر خصلات باطلہ کا شکار ہوئے اور بدراہی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہی انسانوں میں سے بہترین جو خصلات حسنہ سے مزین صفات کلی میں برتر صفت راہ دکھانے کے لئے متعین فرمایا جن کو پیغمبر کا لقب عطا فرما کر پوری نوع انسانیت میں ایک ممتاز مقام عطا فرمایا معروفاً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و رسول علیہم السلام دنیا کے مختلف علاقوں میں بھیجے۔ جنہوں نے اپنے اپنے متعینہ و مخصوص و محدود علاقوں میں بدراہوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ کاوشیں کیں۔ ان انبیاء علیہ السلام میں کچھ کی عمریں صدیوں سال کی ہوئیں لیکن تمام انبیاء میں یہ بات بہت مشترک نظر آتی ہے کہ اگر ان کی امتوں نے بدراہی میں شدت اختیار کر کے ان کو تکالیف پہنچائیں تو ایک حد تک برداشت فرما کر قوم کے لئے بددعا فرمادی یا جو معجزے ان کو ان کے مطالبے پر انبیاء علیہ السلام کو عطا کئے اور قوم نے معجزوں کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کو اپنے عذاب شدید سے نیست و نابود کر دیا۔

درحقیقت رب العالمین ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ رب کی معانی ہیں پالنے والا' کھلانے پلانے' تربیت کرنے والا' پالنے' پوسنے والا۔ چنانچہ رب العالمین سب مخلوق کا پیدا کرنے والا خالق ہے اور سب کو کھلانے پلانے والا' تربیت کرنے والا سیدھی راہ دکھانے والا' معبود مطلق ہے۔ اگر کچھ دیر کے لئے اس بات کو اس طرح سمجھایا جائے کہ ہر گھر میں ایک رب ہوتا ہے جو اپنے گھر کی کائنات کا مالک سب گھر والوں کو کھلانے پلانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بچوں کی تربیت اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ظاہر ہے سب گھر والے یا کم از کم بچے ضرور غلطیاں کرتے ہیں۔ گھر کے رب کی نافرمانی کرتے ہیں تو اس گھر کے رب کو اختیار ہوتا ہے کہ جو بچوں کی سرزنش کرے' ان کو تکلیف پہنچائے' اپنے غضب کا شکار کرے لیکن ہر گھر میں ایک رحمت ہوتی ہے جو بچوں کی غلطیوں کو' کوتاہیوں کو گھر کے رب سے چھپاتی رہے تا کہ بچے اس رب کے غضب سے بچے رہیں۔

جب رب العالمین نے کائنات میں حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے نسل انسانی کو فروغ عطا فرمایا اور یہ نسل انسانی بہت تیزی سے پھیلنے لگی اور ان میں کچھ انسان مذکورہ بالا خصلات باطلہ کا شکار ہو کر بدراہ ہوئے اور ان کو اپنے محبوب پیغمبروں کے ذریعہ ہدایات بھیجیں تو ان انبیاء میں کوئی نبی یا رسول علیہم السلام ایسا نہ تھا جو اپنے امتیوں کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو چھپا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی بخشش کی سفارش کرتا بلکہ امتیوں کی نافرمانی اور عداوت و بغض و تکالیف پہنچانے پر اللہ تعالیٰ رب العالمین کی بارگاہ میں شکایت

فرماتے اور امتیں عذاب الٰہی کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتی رہیں۔ آخر اللہ رب العزت کو انسانوں بلکہ خاص کر مسلمانوں پر رحم آیا اور رب العالمین امت محمد یہ ﷺ کو کوتاہیوں کو چھپانے' لغزشوں کو معاف کرنے والا رحمت العالمین اس کائنات میں بھیجا بلکہ صرف امت محمد یہ ﷺ کی کوتاہیوں کو چھپانے' لغزشوں کو معاف کرنے والا رحمت العالمین اس کائنات میں بھیجا بلکہ صرف امت محمد یہ ﷺ کے لئے ہی نہیں پوری کائنات کی مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ یہ رحمت عالم ﷺ جب تشریف لائے تو دنیا کفر کی ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی تھی' ہر طرف ظلم کا بازار گرم تھا' ناشائستگی اور بدکاری عام تھی' پتھر کے خداؤں کے سامنے انسانی جبینیں سجدہ ریز تھیں' اچھائی برائی کی پہچان مٹ چکی تھی۔ جوان لڑکیاں زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔ ماں بیٹے کی بیوی بن جاتی تھی۔ ستر عورت کی کوئی تمیز نہ تھی۔ حیوانی و شہوانی خواہشات نوخیز لڑکوں سے پوری کی جاتی تھی۔ کہیں سورج کہیں چاند خدا مانے جاتے تھے۔ غرض افراتفری کا وہ عالم تھا کہ انسان اپنی خصلات باطلہ کے تحت جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا تھا اور انسانی حرکات و سکنات سے حیوانیت شرمندہ تھی۔ ایسے وقت میں ایسے خطرناک دور میں جب غضب الٰہی ساری انسانیت کو ملیامیٹ کر دیتی انسانیت صفحہ ہستی سے مٹ جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر رحم فرمایا اور ایسا رحم فرمایا کہ اپنے محبوب معظم افضل الخلائق' سید الانبیاء' امام المرسلین' سید الاولین والآخرین ﷺ کو اس کائنات میں یہ کہہ کر بھیجا وما ارسلنك الا رحمة اللعلمين۔

اس لئے کہ یہ رحمت دو جہاں ﷺ ایسے رحیم و کریم بھیجے تا کہ اگر امت کوتاہیاں' لغزشیں کرے' گناہگار ہو تو یہ اپنی کملی میں سب کی لغزشیں چھپائیں اور کوتاہیوں کو چھپائیں اور ہمیشہ رب العالمین سے ان کی سفارش فرماتے رہیں۔ ان کی بخشش کے لئے ہر دم سربسجود رہیں اور ہر دم ہر قدم ان کی یہی دعا ہو صدا ہو یارب اهبلی امتی امتی یا رب هب لی امتی امتی۔ یہ رحمت العالمینی صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عالمین میں جتنی مخلوق ہے سب کے لئے رحمت بن کر آئے۔ چرند پرند' شجر و حجر' نباتات و جمادات' آسمان و زمین' ہوا پانی سب کے لئے رحمت بن کر آئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بدوؤں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ آیا اور رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ قافلہ اونٹوں پر سوار آیا تھا۔ جب یہ قافلہ مدینہ شریف میں پنچ گرنشت و برخواست سے ہمکنار ہوا تو قافلے میں آنے والے اونٹوں میں سے ایک بوڑھا اونٹ بھاگ کر آیا اور ہمارے اور ہم سب کے آقا و مولا رحمت دو جہاں ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا سر راحت جاں ﷺ کے مبارک قدموں میں رکھ کر رونے لگا گڑگڑانے لگا۔ کچھ دیر بعد محبوب کریم ﷺ نے اونٹ کے مالک کو بلایا اور پوچھا کہ یہ اونٹ شکوہ کر رہا ہے کہ جب تک میں جوان رہا اور باربرداری کے قابل رہا تو یہ مجھ سے کام لیتا رہا یا رسول اللہ (ﷺ) اب میں بوڑھا ہوا تو یہ مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ اونٹ کے مالک نے تصدیق کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی ہے۔ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا۔ اونٹ اللہ کے رسول ﷺ کی پناہ میں آ گیا ہے۔ اب اس کو آزاد کر دو اور اس کی قیمت مجھ سے لے لو۔ سبحان اللہ!

واہ! کیا جود و کرم ہے شہ والا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

کتابوں میں ایک اور واقعہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ رحمت دو جہاں ﷺ کسی ویرانہ سے گزر رہے تھے وہاں صیاد نے ایک خوبصورت ہرنی کو پکڑ رکھا تھا جو اس کے جال میں اتفاقاً آ پھنسی تھی۔ وہ بلبلا کر شکاری سے فریاد کر رہی تھی لیکن شکاری اپنے شکار کی بلبلاہٹ یا تڑپ سے بے خبر بہت خوش تھا کہ آج اچھی غذا ہاتھ آئی ہے۔ جب ہرنی نے رحمت العالمین ﷺ کو دیکھا تو فریاد کرنے لگی۔ یارسول اللہ ﷺ میرے ننھے ننھے بچے اپنی کمین گاہ میں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ وہ بھوک سے بیتاب ہوں گے۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے شکاری کی قید سے اتنی دیر کے لئے آزاد کر دیں کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر آ جاؤں۔ کائنات کے والی ﷺ سب کے لئے باعث رحمت ﷺ نے اس کی فریاد سن کر شکاری کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ یہ ہرنی اپنے ننھے ننھے بچوں کے لئے پریشان ہے تو اسے آزاد کر دے یہ وعدہ کرتی ہے کہ بچوں کو دودھ پلا کر ساتھ لے کر تھوڑی دیر میں واپس آ جائے گی۔ شکاری نے ہنس کر کہا کہ آپ (ﷺ) کون ہیں اور ہرنی کی بولی کیسے جانتے ہیں۔ جان کائنات ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں۔ میں تمام مخلوقات کی زبانوں سے واقف ہوں تو اسے اتنی دیر کے لئے آزاد کر دے یہ ابھی دودھ پلا کر اپنے بچوں کے ساتھ واپس آ جائے گی اور فرمایا میں تیرے پاس رک جاتا ہوں اور جب یہ واپس آ جائے گی تو میں اس کو تیرے حوالے کر کے چلا جاؤں گا۔ شکاری نے بمشکل یہ بات مان لی اور ہرنی کو آزاد کر دیا۔ رحمت جاں ﷺ اس شکاری کے پاس تشریف فرما ہو گئے اور ہرنی بھاگی بھاگی اپنے بچوں کو دودھ پلانے چلی گئی۔ ایک گھنٹہ بعد شکاری نے دیکھا کہ ہرنی نہ صرف خود واپس آ گئی بلکہ اپنے دو ننھے منے بچوں کو ساتھ لے کر آئی۔ شکاری یہ ماجرہ دیکھ کر حیران ہوا ہرنی نے شکاری کے پاس آ کر خود کو شکاری کے حوالے کر دیا۔ شکاری سے مالک کائنات ﷺ نے فرمایا اچھا میرا وعدہ پورا ہوا اور اب تیری امانت تیرے سپرد یہ کہہ کر اللہ کے محبوب ﷺ نے ہرنی اور اس کے بچوں کے سروں پر دست شفقت پھیرا اور روانہ ہونے لگے تو شکاری جان رحمت ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور ہرنی کو ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا۔

محترم قارئین کرام! اللہ نے تمام مخلوقات میں نر و مادہ پیدا فرمائے یعنی ہر چیز کا جوڑا پیدا فرمایا۔ خواہ انسان ہو یا حیوان سب میں مادہ کو ترسیل نسل کا ذریعہ بنایا لیکن قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ نر کو ہمیشہ قوی پایا گیا وہ جثہ کے حساب سے بھی قوی ہے اور دل کے معاملے میں مادہ کے مقابل قوی یا سخت دل واقعہ ہوا ہے۔ مادہ جو سب بچوں کی ماں کا درجہ رکھتی ہے اس کی ممتا اور محبت مسلم ہے۔ یہ کسی بھی قیمت پر اپنے بچوں کو خطرے میں دیکھنا گوارہ نہیں کرتی اگر اسے محسوس ہو کہ بچہ خطرے میں ہے تو اس خطرے سے بچے کو بچانے کے لئے خود کو پیش کر دیتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مرغی کے چھوٹے چھوٹے بچے پھر رہے ہوتے ہیں مرغی بڑی چوکنا ہو کر ان کی حفاظت کرتی ہے اگر کبھی چیل یا کوے کا خطرہ ہو تو مرغی فوراً اپنے بچوں کو اپنے پروں میں چھپا لیتی ہے۔ اس طرح انسانی ماں اگر کسی بازار میں اپنے پیارے بچے کے ساتھ جا رہی ہو اور کوئی تیز رفتار سواری آتی نظر آئے اور ماں یہ محسوس کرے کہ اب اس سواری کی زد سے بچنا محال ہے

تو وہ بچے کو الگ کر دیتی ہے اور خود اس سواری کی زد میں آ کر زخمی ہو جاتی ہے یا مر جاتی ہے۔ ماں کی شفقت محبت بے مثل ہوتی ہے۔ ماں کی محبت ماں کی ممتا مسلم لیکن اگر ماں کی محبت کے سائے میں پلنے والا بچہ جب جوان ہوتا ہے اور اسکی شادی کسی دوسری عورت سے ہوتی ہے تو بچہ اپنی زندگی کے انتہائی نازک ایام ماں کے سائے میں گزار کر جوان ہو کر اپنی نئی نویلی بیوی کی محبت جو در حقیقت نفس کی محبت کے تحت اس سے منسلک ہوتی ہے تو ماں کی محبت کو بیوی کی محبت پر قربان کر دیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ ماں نے نو ماہ پیٹ میں رکھ کر اپنا خون پلایا پھر خون کو دودھ کی شکل میں پلا پلا کر بڑا کیا خود سوکھی کھاتی بچے کو روغنی کھلاتی کود گیلے میں لیٹی بچے کو سوکھے میں لٹایا ہر ہر قدم پر شفقت و رحمت کا سایہ سر پر رکھا لیکن بچہ سب بھول کر دو دن کی آنے والی بیوی کی محبت میں ایسا گرفتار ہو جاتا ہے کہ ماں کو آنکھیں دکھانے لگتا ہے لیکن ماں پھر بھی بچے کی تمام زیادتیوں کو برداشت کر لیتی ہے اور بددعا نہیں دیتی جبکہ بیوی شوہر کی بدحالی یا کمزوری کو دیکھ کر منہ موڑ لیتی ہے۔ ماں اس قدر شفیق اس قدر رحیم کریم مشفق کہ بچے کی تکلیف کو خود اپنے سر لینے کو تیار رہتی ہے وہ نہیں چاہتی کہ اس کا لال اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو لیکن اگر قضائے قدرت سے وہ بچہ مرض الموت کا شکار ہو کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور تمام مذہبی رسومات کے ساتھ جب اس کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو ماں بہت مشفق بہت محبت والی بہت فدا ہونے والی صحیح لیکن وہ بچے کے ساتھ اس کی قبر میں نہیں اترتی۔ بچے کو سینکڑوں آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ منوں مٹی کے نیچے دفن ہوتا دیکھتی ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قبر میں میت کا ساتھ دینے والا کوئی قبر میں اترے گا ہر گز نہیں میت دفن کر دی جاتی ہے اور پھر میت کے اعمال ہی اس کے ساتھی قبر میں ہوتے ہیں لیکن قبر کی سختی منکر نکیر کی گرجدار آواز اور خوفناک شکلوں کے ساتھ نمودار ہونے اور ان کے سوال و جواب کے وقت کوئی ہے جو میت کا ساتھ دے؟ نہیں ہر گز نہیں لیکن ہاں ایک ہستی ایسی ہے جو قبر میں اس اندوہناک منظر میں میت کا ساتھ دینے اس کو تسلی دینے اس پر شفقت کا ہاتھ رکھنے تشریف فرما ہوتی ہے اور وہ سب کے آقا و مولا حبیب کردگار محبوب اعظم رسول معظم شافع محشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے جو اپنی رحمت کی تمام رعنائیوں کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوتے ہیں اور میت ان کا جمال جہاں آرا دیکھ کر پکار اٹھتی ہے کہ

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمت العالمین ہو

وما ارسلنك الا رحمة للعلمين

محترم قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بڑی بڑی اور بے شمار شانیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس باعث ایجاد عالم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ العالمین معرف باللام کا تقاضا ہے کہ وہ جہان کی ہر ہر چیز اور ہر ہر ذرہ کے لئے رحمت ہیں۔ وہ آسمان والوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ زمین والوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ عرش والوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ فرش والوں کیلئے بھی رحمت ہیں۔ وہ نوریوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ ناریوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ آبیوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ خاکیوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ حیوانات کے لئے رحمت ہیں تو وہ

معدنیات و جمادات کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ پہلوں کے لئے بھی رحمت ہیں تو وہ پچھلوں کے لئے بھی رحمت ہیں وہ اپنوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ بیگانوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ انسانوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ فرشتوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ جنوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ قدسیوں کے لئے بھی رحمت ہیں کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمود آلوسی قدس سرہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں زیر آیت و ما ارسلنك الا رحمة للعالمین میں فرمایا والذی اختاره انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انما بعث رحمة لكل فرد فرد من العالمین ملائكتهم وانسهم وجنهم ولا فرف بین المؤمین والكافر من لاالنس والجن فی ذالك ''یعنی میرا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ حبیب خدا سید الانبیاء ﷺ سب جہانوں کے ہر ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ وہ فرشتوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ انسانوں اور جنوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ مومنوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ کافروں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ یاد رہے کہ وہ کافروں کے لئے ان معنوں میں رحمت ہیں کہ اب کافروں کے لئے عذاب مستاصل نہیں آئے گا۔

## شان رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ

خواجہ خواجگان سیدی خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ نے فرمایا۔ جب میں حج کے لئے گیا اور پھر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور وہاں روضہ مقدسہ پر حاضری دی تو یوں محسوس ہوا کہ وجود شریف حضرت رسالت مآب ﷺ عرش سے لے کر فرش تک سارے جہانوں کے لئے مرکز ہے۔ بے شک عطا کرنے والا اللہ رب العالمین ہی ہے۔ لیکن جس کسی کو بھی فیض پہنچتا ہے وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے وسیلہ سے پہنچتا ہے وہ مہمات مالک وملکوت حضور ﷺ کے اہتمام سے انجام پذیر ہوتے ہیں (مقامات امام ربانی صفحہ ۱۱۲)۔ اس ایمان افروز ارشاد مبارک سے ہمیں چند فوائد حاصل ہوئے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ ہمارے نبی محبوب کبریاء ﷺ زندہ جاوید ہیں۔

☆ وہ سارے جہانوں کے لئے از عرش تا فرش ہر ہر فرد اور ہر ذرے کے لئے مرکز اور فیض رساں ہیں۔ چنانچہ ابریز شریف میں ہے ایک کلمہ گو مسلمان نے کہہ دیا کہ مجھے تو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ایمان کی صرف راہنمائی ملی ہے لیکن ایمان کا نور تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ یہ سن کر ایک ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ارے تو کیا کہہ رہا ہے کیا اگر ہم وہ ایمان کا نور جو کہ نبی اکرم ﷺ سے پہنچ رہا ہے کاٹ دیں تو تجھے منظور ہے اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ بدنصیب صلیب کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا اور وہ کافر ہو گیا اور کفر پر ہی مر گیا (ابریز صفحہ ۲۲۹)۔

☆ عطا کرنے والا بے شک اللہ تعالیٰ ہے لیکن ہر کسی کو ہر نعمت محبوب کبریاء ﷺ کے وسیلہ سے ملتی ہے۔

☆ وہ سب جہانوں کے لئے مہتمم ہیں انہی کے اہتمام سے کاروبار عالم چل رہا ہے۔

## شان رحمۃ للعالمینی کا دوسرا مظاہرہ

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ نے فرمایا سارے نبی علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے سرچشمہ آب حیات کے ایک پیالے سے سیراب ہیں اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نبی اکرم ﷺ کے

بے پایاں رحمت کے سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور مشفع ہیں۔فرشتے ان کے طفیلی ہیں اور آسمان ان کی حویلی ہے۔وجود کا رشتہ ان کے ساتھ منسلک اور ایجاد کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط ہے اور ربوبیت کا ظہور ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ساری کائنات انہی کے دم قدم سے قائم ہے اور کائنات کا خالق ان کی رضا کا طالب ہے جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے انا اطلب رضاك یامحمد (مکتوب خواجہ محمد معصوم سرہندی صفحہ ۳۷)۔ان مندرجہ بالا ارشادات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ محبوب کریم ﷺ ہر ہر ذرہ کے لئے رحمت ہیں۔

س: رحمت اور زحمت آپس میں ضد ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے جیسے کہ دن اور رات آپس میں ضد ہیں۔کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہوگا کہ رات بارہ بجے سورج چڑھا ہوا ہو کیونکہ دن اور رات آپس میں ضد ہیں لہذا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔یونہی رحمت اور زحمت آپس میں ضد ہیں یہ بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے تو جب محبوب کریم ﷺ سب کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے ہیں تو چاہئے کہ اب زحمت باقی نہ رہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زحمت موجود ہے کہ کوئی بخار میں مبتلا ہے' کوئی طاعون میں مبتلا ہے' کوئی فقر و فاقہ میں پس رہا ہے اور طرح طرح کی زحمتوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں یہ کیوں ہے؟

ج: اگر آپ غور فرمائیں تو یہ چیز مکمل کر سامنے آجائے گی کہ اب کوئی زحمت باقی نہیں رہی مندرجہ ذیل چند احادیث مبارکہ پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کہیں کوئی زحمت باقی ہے۔

☆ عن عائشه رضی الله عنها قالت سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون فاخبرنی انه عذاب يبعثه الله على من يشآء وان الله جعله رحمة للمؤمنين ليس من احديفع الطاعون فيمكث فی بلده صابرا محتبسا يعلم انه لا يصيبه الا ما كتب الله له الا كان له مثل اجر شهيد (رواہ البخاری)''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے راحت جاں ﷺ سے سوال کیا کہ طاعون کیا ہے تو محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا طاعون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس عذاب کو بھیج دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طاعون کو ایمان والوں (میری امت) کے لئے رحمت بنا دیا ہے لہذا جو میرا امتی طاعون میں مبتلا ہو جائے اور وہ صابر وشاکر ہو کر اور یہ جان کر اپنے ہی شہر میں رہے کہ وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے لکھی ہوئی ہے اور وہ فوت ہو جائے تو اس کے لئے شہید جیسا اجر وثواب ہے''۔

☆ عن جابر قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على امر السائب فقال مالك تزفزفين قالت الحمى لا بارك الله فيها فقال لاتسبی الحمى فانها تذهب خطايابنی آدم كما تذهب الكبر ''سیدنا جابر صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سائب صحابیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو مالک دوجہاں ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔دیکھا تو وہ کانپ رہی تھیں محبوب کریم ﷺ نے پوچھا اے ام سائب کیا ہوا تو کیوں کانپ رہی ہے اس نے عرض کیا حضور (ﷺ) مجھے بخار ہے جس کی وجہ سے میں کانپ رہی

ہوں اور ساتھ ہی کہہ دیا اللہ تعالیٰ بخار میں برکت نہ دے یہ سن کر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ اے ام سائب بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بخار تو انسان کے گناہ یوں جلا دیتا ہے جیسے بھٹی میں لوہے کا زنگار جل جاتا ہے''۔ اس حدیث پاک سے بھی واضح ہوا کہ بخار ہے تو زحمت لیکن رحمت والے نبی ﷺ کے دامن میں آ کر زحمت بھی رحمت بن گئی کہ بخار انسان کے گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

☆ عن انس قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ اذا ابتلیت عبدی بجبتیہ ثم صبر عوضتہ منھما الجنۃ یرید عینیہ (رواہ البخاری) ''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں کسی بندے کی آنکھیں لے لوں اور وہ صبر کرے تو ان آنکھوں کے عوض اس بندے کو جنت عطا کر دیتا ہوں''۔ اس حدیث پاک سے سبق ملا کہ نابینا ہونا زحمت ہے لیکن رحمت والے نبی ﷺ کی رحمت کا صدقہ نابینا ہونا بھی رحمت بن گیا کہ اس کے بدلے جنت عطا ہو گئی۔

☆ عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مایصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ھم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکۃ یشاکھا الا کفر اللہ بھا من خطایاہ (متفق علیہ) (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۳۴)۔ ''فرمایا جان کائنات ﷺ نے مسلمان کو کوئی دکھ کوئی تکلیف کوئی پریشانی کوئی حزن اور غم پہنچے حتیٰ کہ اگر مسلمان کو کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس مسلمان کے گناہ مٹا دیتا ہے''۔

☆ ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ تعالیٰ بہ سیئاتہ کما تحط الشجرۃ ورقھا (صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مشکوۃ شریف صفحہ ۱۳۴) ''مسلمان کو کوئی دکھ تکلیف بیماری وغیرہ کی وجہ سے پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں''۔

☆ عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الرب تبارک وتعالیٰ یقول و عزتی و جلالی لا اخرج احدا من الدنیا ارید اغفرلہ حتی استوفی کل خطیئتہ فی عنقہ بسقم فی بدنہ و افنا فی رزقہ ''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک کائنات ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں جس بندے کو بخشنا چاہتا ہوں اس کے دنیا سے جانے سے پہلے اسے بیماری اور تنگدستی میں مبتلا کر دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ دنیا سے جانے سے پہلے گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے''۔

الحاصل ان احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اب کوئی زحمت باقی نہیں رہی بلکہ ہر زحمت اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامن رحمت کی وجہ سے رحمت بن گئی ہے خواہ وہ فقر و فاقہ ہو یا کہ بیماری اور دکھ درد ہو کیونکہ وہ ہیں رحمۃ للعالمین ﷺ (مزید تفصیل ہماری کتاب ''رحمت کائنات ﷺ'' اور ''رحمت دو جہاں ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

## معلم انسانیت ﷺ

علم اللہ قادر و کریم کی نعمت عظمیٰ ہے۔ علم انسان کو عرفان ذات اور خود بینی و خود شناسی کی اعلیٰ صفات سے بہرہ ور کرتا ہے۔ علم ہی وہ امتیاز ہے جو باعث شرف انسان ہے۔ یہی وہ افتخار ہے جو معراج ربانی ہے۔ علم ہی صحیفہ آسمانی ہے اور حصول علم ہی اولین وحی یزدانی ہے۔ اسی طرح زیور تعلیم سے آراستہ کرنے والی ہستی یعنی معلم کا مقام بھی یقیناً ارفع و اعلیٰ ہے۔ رب جلیل کائنات کے سب سے عظیم انسان نبی مہربان کو بطور معلم انسانیت پیش فرماتا ہے۔ ''وہ (رسول ﷺ) انہیں آیات قرآن پڑھ کر سناتا ہے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔ ''نبی مہربان ﷺ اپنی معلمانہ حیثیت کو خود اس طرح سے بیان فرماتے ہیں کہ انما بعثت معلما مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا''۔ اگر ہم تاریخ عالم کے چہرے سے پردہ سرکائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معلم انسانیت کی تشریف آوری سے قبل اہل عرب جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹک رہے تھے۔ دیگر سماجی برائیوں کے ساتھ ساتھ قتل و غارت اور معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر کے ننگ انسانیت اور درندہ صفت بن چکے تھے۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں پروردگار عالم نے رحمت دو جہاں ﷺ کو معلم انسانیت بنا کر مبعوث فرمایا اور ہدایت انسانی کے کامل ترین نصاب قرآن مقدس کو آپ ﷺ کے قلب منیر پر نازل فرمایا۔ ''آپ ﷺ نے کمال حکمت و دانائی' تدبر و بصیرت اور اخلاق حسنہ کی اعلیٰ صفات سے متصف ہو کر جاہلان عرب کی اس طرح تربیت فرمائی کہ یہی لوگ بعد میں آنے والی انسانیت کے لئے مینارۂ نور بن گئے''۔ معلم انسانیت اور نصاب انسانیت سے قران کا ساتھ اس قدر مضبوط ہے کہ قرآن لفظ ہے تو محمد ﷺ معنی۔ قرآن معنی ہے تو محمد ﷺ اس کا مقصد۔ قرآن مقصد ہے تو محمد ﷺ اس کا حاصل۔ قرآن حاصل ہے تو محمد ﷺ اسکا جوہر۔ قران صحیفہ انقلاب ہے تو محمد ﷺ معلم انقلاب۔ قرآن حرف بحرف معجزہ ہے تو محمد ﷺ صاحب اعجاز۔ الغرض قرآن سراپا تذکار محمد ﷺ ہے اور محمد ﷺ سراسر پرتو جمال حق ہے۔

معلم اعظم ﷺ نے نصاب انسانی قرآن مقدس کی تعلیم و تربیت کے لئے پہلی اسلامی یونیورسٹی صفہ قائم فرمائی۔ یہ دراصل ایک ایسا ادارہ تھا جو مسجد نبوی ﷺ سے ملحق تھا۔ جہاں معلم کائنات ﷺ اپنے شاگردان رشید کو زیور تعلیم سے آراستہ فرماتے تھے۔ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم وہ عظیم معلمین تھے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو حصول علم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ طالبان رشد و ہدایت کی علمی تشنگی کو بجھانے کے لئے دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کی تعلیمات کا اہتمام بھی خود رسالت مآب ﷺ نے فرمایا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ فکر و عمل میں رہنما اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی عملی تربیت اور تزکیہ نفس کا بھی خاطر خواہ انتظام فرما رکھا تھا۔ مظہر شان خدا ﷺ کی انہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ علم کی روشنی گھر گھر پھیلنے لگی تھی۔ درسگاہ نبوت سے فیض پانے والے اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم نے آنے والی انسانیت کو یہ درس دیا کہ انتہائی عسرت اور تنگی کے باوجود حصول علم کے لئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔

جان کائنات ﷺ کی سیرت مطہرہ احادیث محبوب ﷺ اور قرآن مقدس سے آپ ﷺ کی معلمانہ خصوصیات کا پتا چلتا ہے جو نہ صرف اسلامی نظام تعلیم کی بنیادیں ہیں بلکہ دنیا کے تمام تعلیمی نظاموں کے لئے

نمونہ عمل ہیں۔ معلم کائنات ﷺ نے نہ صرف حصول علم پر زور دیا بلکہ اشاعت علم کی تلقین فرماتے ہوئے کہا ''میری تعلیم کی تبلیغ کرو خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو''۔ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ''جو حاضر ہے وہ غائب تک میری تعلیم پہنچا دے''۔ مشکوۃ شریف کے باب العلم میں منقول ہے کہ حاکم کائنات ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ ''اللہ فیاض ترین ہے اور میں اولاد آدم میں فیاض ترین ہوں میرے بعد تم میں سے فیاض ترین وہ ہے کہ جس نے علم سیکھا پھر اس کی اشاعت کی قیامت کے روز علم کو سیکھ کر پھر اس کی اشاعت کرنے والا شخص پوری امت کے طور پر اٹھایا جائے گا''۔

جب سوال کیا گیا کہ سب سے بہتر پیشہ کونسا ہے تو فرمایا ''بہترین کام بچوں کی تعلیم و تربیت ہے'' پھر فرمایا کہ ''رب ذوالجلال کے ملائکہ مقربین اور زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی نیک علم پڑھانے والے کی بھلائی مانگتی ہیں''۔ مالک کائنات ﷺ نے تاکیداً فرمایا کہ ''اگر کسی سے علم کے بارے میں کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جانتے بوجھتے ہوئے نہ بتائے تو قیامت کے روز اسے آگ کی لگام دی جائے گی''۔ ایک شخص بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ تین برائیاں ہیں۔ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ زنا کاری بھی کرتا ہوں اور چوری وڈاکہ زنی بھی کرتا ہوں ان میں سے صرف ایک کو چھوڑ سکتا ہوں تو رسالت مآب ﷺ نے کمال بصیرت سے فرمایا چلو جھوٹ کو چھوڑ دو۔ اس شخص نے جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کیا اور چلا گیا جب زنا کاری کی طرف بھٹکا تو خیال آیا کہ جب محبوب کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں مجھ سے دریافت کریں گے تو مجھے سچ بولنا ہوگا کیونکہ یہ میں نے وعدہ کیا ہے اور اگر اقرار باللسان ہو گیا تو نہ صرف جگ ہنسائی ہوگی بلکہ قانون کے مطابق سخت سزا بھی ملے گی۔ لہذا اسی سوچ کے آتے ہی وہ فعل بد سے تائب ہو گیا۔ بعد ازاں اب چوری اور ڈاکہ زنی کی طرف مائل ہوا تو پھر دربار نبوی ﷺ کے مندرجہ بالا منظر نے اسے گھیر اور بالآخر اس نے چوری اور ڈاکہ زنی سے توبہ کر لی اور سچا پکا مومن بن گیا۔

آپ ﷺ ہمیشہ دوران تدریس خصوصاً شفقت و نرمی والا انداز کلام اختیار فرماتے تھے تاکہ اگر کسی کو سمجھ نہ آئے تو با آسانی وہ اپنے سوال کو دہرا کر تسلی بخش جواب حاصل کر سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمی ورکشاپ سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ ''آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو''۔ آج کل وہ معلمین جو طلباء کے سوال پوچھنے پر برہم ہو جاتے ہیں انہیں رحمت جاں ﷺ کے معلمانہ انداز کو نمونہ عمل بنانا چاہئے کیونکہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے فرمان عالی شان کی روشنی میں یہی تقاضائے ایمانی ہے۔ معلم کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ''علم سے مومن کبھی سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے''۔ پھر دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ''اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں'' اور غیر نفع بخش علم سے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا ''اے اللہ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع مند نہ ہو'' معلم انسانیت ﷺ نے علم سے فائدہ نہ اٹھانے والے عالم کے لئے فرمایا ''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم نے اسے فائدہ نہیں پہنچایا''۔ فرمایا جس علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اس کی مثال مدفون خزانے کی ہے اگر ہم جان رحمت ﷺ کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ

کریں تو واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ انسانیت کو اعلیٰ تعلیم دینے کی سعی فرمائی۔ ہجرت کے موقع پر مواخات مدینہ آپ ﷺ کے معلمانہ اوصاف حمیدہ کی بہترین نظیر ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر جنگی قیدیوں کو اس شرط پر چھوڑنا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ آپ ﷺ کی علم دوستی کا واضح ثبوت ہے۔ اگر ہم تاجدار کائنات' معلم انسانیت ﷺ کے شاگردان نیک بخت کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وقتاً درسگاہ نبوت سے جو سیکھا اسکی عملی تفسیر پیش فرمائی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو مالدار تاجر تھے جب بارگاہ نبوت سے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا درس لیتے ہیں تو تن اطہر سے قیمتی لباس تک اتار کر راہ جہاد میں پیش کرتے ہیں اور ٹاٹ کا لباس پہنتے ہیں اور فرشتے معلم انسانیت ﷺ کے اس طالبعلم کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اپنا نورانی لباس اتار کر ٹاٹ کا لباس پہنتے ہوئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ درسگاہ نبوت کا یہ طالبعلم صدیق رضی اللہ عنہ واقعتاً فخر ملائکہ ہے۔ آستانہ نبوی ﷺ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس طرح درس مساوات اور عدل وانصاف پڑھتے ہیں کہ یہودی تک بیت المقدس کے باہر کھڑے ہو کر پکارنے لگتے ہیں۔ ''وہ دیکھو کس شان سے امت کا امام آرہا ہے خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آرہا ہے''۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ درسگاہ رسالت مآب ﷺ سے احیاء من الایمان کے نورانی فرمان کو اپنے دل کی تختی پر اس طرح سجا لیتے ہیں کہ پھر ملائکہ بھی اس ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا حیاء کرتے ہیں۔ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینۃ العلم ﷺ سے باب العلم کے ساتھ ساتھ شجاعت ولایت کا ایسا اعزاز ملتا ہے کہ زمانہ پکار اٹھتا ہے اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ روحانیت کا سبق اس طرح یاد کرتے ہیں کہ چلتے تو زمین پر ہیں مگر قدموں کا کھٹکا عرش الٰہی تک سنائی دیتا ہے اگر آج معلمین پیغمبر اسلام معلم انسانیت ﷺ کے حکیمانہ طریقہ تدریس کو اپنائیں اور معلمین جناب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شجر علمی کو زندہ کریں تو عظیم انقلاب اسلامی کی خوشبو چاردانگ عالم میں پھیل سکتی ہے۔

## رحمت دوعالم ﷺ کا مومنین سے حقیقی تعلق

محبوب دوجہاں ﷺ کا ارشاد پاک ہے ''اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو نعمتیں عطا کرتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے''۔ اہل ایمان کا اپنے نبی کریم ﷺ سے تعلق تمام تعلقات سے بالاتر' افضل واعلیٰ اور اولیٰ نوعیت کا حامل ہے۔ قرآن کریم میں سرور کائنات ﷺ کے مقام ومرتبہ اور عظمت ورفعت کا مختلف مقامات پر مختلف انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سراج منیر ہیں۔ شاہد رسول ﷺ کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں' مبشر اور نذیر کے خطاب عظیم سے مزین ہیں۔ داعی الی اللہ کے زریں اور انمول تاج سے منور ہیں۔ رحمت اللعالمین ﷺ کے لقب سے سرفراز ہیں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو عالم پر بہار آ گئی۔ سرور کائنات ﷺ کے واسطہ سے تکمیل دین ہوئی۔ مقام محمود کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ سید البشر' فخر اولاد آدم' راہ نوردِ جادہ اسریٰ اور روح رواں ﷺ عالم امکان کی رفعتوں سے ہمکنار ہیں۔ ان تمام کمالات اور بے مثال اوصاف کے بیان سے کلام الٰہی معمور نظر آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں جس انداز حسین پیرائے اور قطعی فیصلہ کے طور پر رحمت عالم ﷺ سے

مومنوں اور مومنوں سے رحمت عالم ﷺ کے تعلق کو اجاگر کیا ہے وہ تمام اہل ایمان کے لئے حرز جاں کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ تعلق ایمان کی بنیاد اور اسلام کی اساسی حیثیت کا حامل ہے اور وہ رشتہ، تعلق، نسبت اور رابطہ جو مسلمانوں کا اپنے آقا و مولا رحمت دو عالم ﷺ سے ہے وہ تمام انسانی تعلقات سے ایک بالاتر نوعیت رکھتا ہے کوئی رشتہ اس رشتہ سے اور کوئی تعلق اس تعلق سے ذرا بھر بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ قرآن کریم کے ان مبارک الفاظ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم کو مفسرین کرام نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق "پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق والے ہیں"۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں "بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے اپنی ذات پر مقدم ہے"۔ مولانا مفتی محمد شفیع کی زبان میں "نبی ﷺ سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ کے لئے ان کو اپنی جان سے"۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے مطابق "یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے" اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے "نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے"۔

سورۃ الاحزاب کی آیت کریمہ کے اس ابتدائی حصہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم کے مطالب کے بیان میں مفسرین قرآن اور شارحین نے ان جلیل القدر الفاظ قرآنی کے دو مطالب بیان فرمائے ہیں۔ اولاً مومنوں کا نبی ﷺ سے نسبت اور تعلق، ثانیاً نبی کریم ﷺ کا مومنوں سے تعلق اور واسطہ۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ ان دونوں معانی کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہیں اور یہ دونوں مفاہیم لازم و ملزوم اور باہمی مربوط ہیں۔ مومنوں کے اپنے رسول اکرم ﷺ سے تعلق، نسبت، رابطہ اور واسطہ کو قرآن کریم میں جابجا بیان فرمایا ہے۔ اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن کریم کی سورۃ النساء آیت نمبر ۶۵ پر غور و فکر مطالعہ اور اس کے مفہوم و مقصد پر تدبر تفکر اس مضمون کا احاطہ کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ آیت کریمہ میں ایک مومن کے اپنے رسول اللہ ﷺ سے نسبت، رابطہ، واسطہ اور تعلق کو تین لازمی شرائط کے طور پر اساس ایمان اور دین کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ "لہٰذا قسم ہے آپ ﷺ کے رب کی، کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں آپ ﷺ کو اپنا حاکم اور فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح سراپا تسلیم ہو جائیں"۔ مولانا محمد علی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر، معالم القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ ایک مومن کے لئے نبی ﷺ کی اطاعت شرط ایمان ہے اور ذات نبوت ﷺ کی مکمل اطاعت اور پیروی ضروری ہے اور شرط نجات ہے اور یہ اطاعت بھی صرف ظاہر کی حد تک نہ ہونی چاہئے بلکہ دل کی پوری رضا سے ہونی چاہئے۔ معالم القرآن کی تشریحات کے مطابق ذات نبوت کو حاکم اور قاضی کی حیثیت سے پیش کرکے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک رسول اللہ ﷺ کو حاکم اور قاضی نہ مان لیں اور صرف مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ مان لینے کے بعد عملی زندگی میں اس کے فیصلہ پر اپنے اندر کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اپنے آپ کو اس کے لئے سراپا تسلیم بنالیں۔

آیت کریمہ فلا وربك لا یومنون حتیٰ یحکموك میں ترتیب وار تین شرائط ایمانی کا ذکر

ہوا۔اول.... اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے اندر پیدا ہونے والے تمام تنازعات میں آپ ﷺ ہی کو حکم نہ مانیں۔دوم.... پھر ساتھ ہی ان کے اندر یہ ذہنی تبدیلی واقع ہو جائے کہ وہ تمہارے فیصلے کو بلا چون و چرا پورے اطمینان کے ساتھ مانیں۔سوئم.... اور اپنے آپ کو بلا کسی استثنا و تحفظ کے آپ ﷺ کے حوالہ نہ کردیں۔ان تصریحات کی روشنی میں یہ امر واضح اور عیاں نظر آتا ہے کہ ایک مومن کے اپنے رسول مکرم ﷺ سے واسطہ اور تعلق کی بنیاد کیا ہے اگر ایک امتی کی نسبت کی عمارت ان قوانین وضوابط اور شرائط پر استوار نہیں تو وہ اپنے دعوائے عشق ومحبت' علاقہ ونسبت' رابطہ وتعلق میں جھوٹا اور خود فریبی کا شکار ہے۔اسی مفہوم کو احادیث میں بھی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اسی بات کو حضور انور ﷺ نے اسی آیت کے انداز میں ان الفاظ میں بیان فرمایا جسے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اپنے بیٹے' اپنے باپ اور اپنے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسی بہت سی مثالیں اور واقعات نظر آتے ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور اقدس ﷺ سے محبت و عشق' تعلق و نسبت کی انتہا اور معراج کا پتا چلتا ہے۔کتب احادیث میں سے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

جنگ احد میں ایک انصاری عورت کا باپ بھائی اور شوہر تینوں شہید ہو گئے جب اسے خبر ملی تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بتاؤ کہ نبی پاک تو خیریت سے ہیں؟لوگوں نے کہا ہاں بخیر ہیں۔اس نے کہا چلو مجھے دکھاؤ جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو کہنے لگیں''جب تک آپ زندہ ہیں تو آپ کے بعد مصیبت آسان ہے''۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی ہمیں اپنے مال' اولاد' والدین اور پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیاری تھی۔ایک اور حدیث میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں لیکن ہاں خود میرے اپنے نفس سے۔۔۔۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں عمر جب تک میں تجھے خود تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں یہ سن کر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہنے لگے قسم اللہ کی یارسول اللہ ﷺ اب آپ مجھے ہر چیز سے یہاں تک کہ میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اب ٹھیک ہے۔

اس حقیقت عظمیٰ کو ذات نبوت کو مومنین خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز اور مقدم ہیں قرآن کریم میں واشگاف اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد ربانی ہے ''لوگو!تمہارے پاس تمہی میں سے ایک عظیم الشان رسول ﷺ آ گیا ہے۔تمہارا رنج و تکلیف میں پڑنا اس پر بڑا ہی شاق ہے وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہش مند ہے۔وہ اہل ایمان سے نہایت شفقت والا اور بڑا ہی مہربان ہے''۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''کمال ایمان یہ ہے کہ تقاضائے عقل' تقاضائے طبیعت پر غالب آجائے۔ایمان صرف عقیدہ عمل کا نام نہیں بلکہ ان کیفیات کا نام ہے جن سے مومن کا قلب حزین اور منور ہوتا ہے''۔صاحب تفسیر القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم کی تفسیر میں رقم طراز ہیں''نبی کریم ﷺ کا مسلمانوں

سے اور مسلمانوں کا نبی کریم ﷺ سے جو تعلق ہے وہ تو تمام انسانی تعلقات سے ایک بالاتر نوعیت رکھتا ہے۔ کوئی رشتہ اس رشتے سے اور کوئی تعلق اس تعلق سے جو نبی ﷺ اور اہل ایمان کے درمیان ہے۔ ذرہ برابر بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کے لئے ان کے ماں باپ سے بڑھ کر شفیق ورحیم ہیں اور ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر خیر خواہ ہیں۔ ان کے ماں باپ اور ان کے بیوی بچے ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں' ان کے ساتھ خود غرضی برت سکتے ہیں اور ان کو گمراہ کر سکتے ہیں' ان سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں' ان کو جہنم میں دھکیل سکتے ہیں۔ مگر نبی کریم ﷺ ان کے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں جس میں ان کی حقیقی فلاح ہو۔ وہ خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار سکتے ہیں' حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ ان کے لئے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع ان کے حق میں نافع ہو اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی کریم ﷺ کا بھی مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ماں باپ اور اولاد اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھیں اپنی رائے پر آپ ﷺ کی رائے کو اور اپنے فیصلے پر آپ ﷺ کے فیصلے کو مقدم رکھیں اور آپ ﷺ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں"۔ ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت اور اپنے آقا و مولیٰ کی اطاعت گزاری ہی اصل ایمان ہے۔ رضائے الٰہی بھی اسی میں مضمر ہے۔ یہی روح اسلام ہے۔ یہی تقاضائے ایمان ہے اور یہی فرمان رحمٰن ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ہم اپنا محاسبہ کریں' اپنے اعمال' کردار' افکار و نظریات کا جائزہ لیں تو معاملہ برعکس ہے ہم اطاعت رسول ﷺ کی روح سے بیگانے ہو گئے ہیں۔ ہم نے رسومات اور رواج کے بندھنوں کو اسلام کا نام دے دیا ہے۔ خود ساختہ اعمال کو اطاعت رسول ﷺ سے تعبیر کر رہے ہیں ہم نے سرور کائنات ﷺ کے ارشادات کی روح کو پامال کر دیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کو طاق نسیاں بنا دیا ہے۔ ہم آج بھی اگر اپنا قبلہ درست کر لیں۔ اطاعت رسول ﷺ کو شعار بنا لیں' عشق نبوی ﷺ میں اپنی ذات کو غرق کر دیں اور ذات نبوت کو اپنی جان و مال' اولاد و والدین اور کائنات کی تمام اشیاء سے عزیز' فائق اور بالاتر کر لیں تو دنیا و دین کی فلاح ہمارا مقدر ہو گی۔

## عید میلاد النبی ﷺ تجدید عہد کا دن

محترم قارئین کرام! اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاول ہے۔ عربی میں ربیع بہار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی بارہ تاریخ بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی اور ہندی مہینوں کے حساب سے یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو محبوب کبریا' امام الانبیاء' شفیع المذنبین' رحمۃ العالمین' تاجدار عرب و عجم' فخر بنی آدم' احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ' محسن کائنات' معلم انسانیت' رحمت دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ربیع الاول کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ علمائے اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ اس ماہ کا مرتبہ باقی تمام مہینوں سے بلند ہے۔ رمضان المبارک میں قرآن کریم نازل ہوا تو ربیع الاول میں صاحب قرآن تشریف لائے۔ اگر محبوب کریم ﷺ تشریف نہ لاتے تو رمضان' قرآن اور ایمان غرضیکہ کوئی چیز بھی ہمیں نہ ملتی۔ یہ سب انہیں کا صدقہ ہے بلکہ اگر وہ پیدا نہ کئے جاتے تو ہم کیا کائنات کا کوئی ذرہ بھی معرض وجود میں نہ آتا۔ ارشاد

خداوندی ہے ''اگر محمد ﷺ اور اس کی امت نہ ہوتی تو میں جنت و دوزخ' سورج و چاند' رات و دن' فرشتے و انبیاء کسی کو بھی پیدا نہ کرتا''۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا''۔ تاریخ میں ربیع الاول کی اہمیت اس طرح بھی نمایاں و اجاگر ہے کہ ہجرت مدینہ ربیع الاول میں ہوئی۔ حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کا اسی مہینے وصال ہوا۔ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسی مہینے رحلت فرمائی۔ جان رحمت ﷺ نے اس دنیا سے ظاہراً پردہ بھی اسی ماہ میں فرمایا۔ تمام دنیا میں عرب افضل' عرب میں قریش افضل اور قریش میں بنو ہاشم افضل اور محبوب کریم ﷺ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ جس مہینے میں تشریف لائے وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل' جو کتاب لائے وہ تمام کتابوں سے افضل' جو دین لائے وہ تمام دینوں سے افضل' جس شہر میں آئے وہ تمام شہروں سے افضل اور جس زمانے میں آئے وہ تمام زمانوں سے افضل۔ ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تمام کائنات سے افضل' ان کی امت تمام امتوں سے افضل۔ ان کا قانون قانون الٰہی' ان کا کلام کلام الٰہی' ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا' ان کا بولنا خدا کا بولنا' ان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ' ان کا پھینکنا خدا کا پھینکنا' ان کی اطاعت خدا کی اطاعت' ان کا گھر خدا کا گھر الغرض آپ ﷺ کی ذات سب سے اعلیٰ' آپ ﷺ کی بات سب سے اعلیٰ' آپ ﷺ کا نام سب سے اچھا' آپ ﷺ کا کام سب سے اچھا۔ یہ اعجاز نبوت و رسالت تھا یہ ایک ایسا انقلاب تھا جس سے دلوں کو فتح کیا گیا۔ جس سے ذہنوں کو جلا بخشی گئی۔ اس لئے کہ ہادی برحق ﷺ نے جو کہا اسے کر کے بھی دکھایا۔ جو اپنے لئے پسند کیا وہی دوسرے کے لئے بھی چاہا۔ حسن اخلاق ایسا کہ دشمن بھی گرویدہ ہو جائے۔ امانت و دیانت ایسی کہ آنکھیں بند کر کے اعتبار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا یہی وہ رحمت تھی جس نے پوری دنیا کو چشم زدن میں اپنے سایہ عافیت میں سمو لیا۔ آپ ﷺ اخلاق و کردار کی جن عظمتوں کا مظہر تھے اس کی گواہی خود قرآن مجید دیتا ہے کہ آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ایک خاص جوہر تھا۔ عدل و انصاف کے سلسلے میں آپ ﷺ نے امیر و غریب اور اپنے بیگانے میں کبھی فرق روا نہ رکھا تھا۔ آپ ﷺ کے مزاج میں مساوات و برابری کا جذبہ بے انتہا پایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کی وجہ سے آپ ﷺ کو رحمۃ العالمین کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے بلکہ اس قدر سخی اور فیاض تھے کہ دوست تو دوست کبھی کوئی دشمن بھی آپ ﷺ کے دروازے سے خالی ہاتھوں واپس نہیں گیا۔ آپ ﷺ عفو و درگزر کے پیکر تھے۔ سخت سے سخت دشمن کو بھی معاف کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ مجسم شرم و حیا تھے اور حیاء کو ایمان کا جزو قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ بہت شجاع' روادار سادہ مزاج اور صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ کو لوگوں کے سامنے ایک مکمل نمونہ کے طور پر پیش کیا تا کہ اسلامی تعلیمات کو بغیر کسی رکاوٹ اور پریشانی کے اپنا سکیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے عقائد نظریات کو سنوارا اور ان کے دل و دماغ کو ایمان و توحید کی پختگی عطا کی۔

جان رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت کے تذکرے اس ماہ مقدس میں تمام عالم اسلام میں کئے جاتے ہیں' آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے اور میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفلیں سجائی جاتی ہیں' ربیع الاول

کے ایک ماہ میں بے شمار جلسہ سیرت منعقد ہوتے ہیں' کتنے مقالے اور کتابیں لکھی جاتی ہیں' کتنے جرائد کے خاص نمبر اس موضوع پر شائع ہوتے ہیں' شعراء کتنی نعتیں لکھتے ہیں' اکابر کی طرف سے کتنے پیغامات اور بیانات نشر ہوتے ہیں' قرآن خوانی ہوتی ہے' چراغ جلتے ہیں' غریبوں میں کھانا تقسیم ہوتا ہے' عید میلاد النبی ﷺ کی رات عمارتوں مسجدوں اور سڑکوں کو رنگ برنگی روشنیوں سے سجایا جاتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہم نے معلم انسانیت ﷺ کی سیرت کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم محبوب کریم ﷺ سے عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ناموس رسالت کے لئے لڑنے مارنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں مگر آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ہم نے سنت رسول ﷺ پر عمل کرنا چھوڑ دیا' غریبوں کا مال کھانا معمول بن چکا ہے۔ یتیموں بیواؤں کو ستانا ہمارا شیوہ ہے۔ ایک طرف آذان کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ حلال و حرام کی پہچان ختم ہو گئی ہے' چوری' ڈکیتی' قتل و غارت' اقربا پروری' رشوت و کرپشن معمول کا حصہ بن چکی ہے۔ ہم نفس کے غلام بن چکے ہیں۔ جس کے پاس دولت ہے وہ دنیا کی ہر چیز پر قادر ہونے میں مصروف نظر آتا ہے۔ حاکم کائنات ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ ہر قوم یا امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے اس امت کا فتنہ مال ہے۔ آج لوگ چند روپے کی خاطر ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں' بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے' کسی رشتے کی پرواہ نہیں' آپس میں اتفاق و اتحاد کا نظریہ دفن ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ پیسے کی خاطر اپنے باپ تک کو قتل کرنے سے گریز نہیں کرتے' لڑکیوں کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ اب تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) واپس آ چکا ہے۔ شراب نوشی' بدکاری عام ہو چکی ہے۔ نوجوان لڑکیاں بازاروں میں بے پردہ گھومنے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ نوجوان لڑکے ہر نشے کو صحت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ معمولی معمولی بات پر جھگڑا روایت بن چکا ہے۔ صاحب حیثیت حج کے لئے نہیں جاتے فضول خرچی کے لئے دولت استعمال ہو رہی ہے۔ جبکہ نیک کاموں کے لئے ہماری طرف سے جواب ہوتا ہے۔ کھیل کے میدانوں' ویڈیو سنٹروں' بلیرڈ کلبوں' بازاروں' گلیوں اور سیر گاہوں وغیرہ میں ہر وقت رش نظر آتا ہے جبکہ مساجد نمازیوں سے خالی پڑی ہیں۔ کاروبار صرف دھوکے سے چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم پر نازل ہو رہا ہے۔ مسلمان طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ مسلمان عالمی برادری سے مقروض ہونے کی وجہ سے ان کے جائز و ناجائز حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ حالانکہ محبوب کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "غیر مسلم پر کبھی اعتبار نہ کرو" کون ہے؟ جو اس ارشاد پر عمل کرتا ہے ہر کوئی محبوب کریم ﷺ کی تعلیمات کو بھلا چکا ہے۔

دوستو! اب بھی ہوش کے ناخن لو ورنہ پچھتاتے رہ جاؤ گے۔ آؤ مل کر اس مقدس و بابرکت دن یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور حاکم کائنات ﷺ کی اتباع میں گزاریں گے۔ اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ میری اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگائے دنیا میں جہاں بھی مسلمان کسی تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہیں عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک دن کے صدقے پریشانیوں سے نجات دلائے' ہمیں اس مبارک یوم سعید کو محبت رسول ﷺ کے خالص

جذبہ سے منانے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمارے حکمرانوں کو بھی توفیق دے کہ اس مبارک موقع پر وہ ملک میں اسلامی (نظام مصطفیٰ ﷺ) کے نفاذ کا اعلان کریں۔

دوستو! سچے مسلمانوں کے قلوب زندگی کے کسی لمحہ میں بھی رحمت کائنات ﷺ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے' ان کی پاک روحوں کا ذرہ ذرہ ہر وقت ہر حال میں اور ہر جگہ سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ اور ان کی آل پر درود و سلام بھیجتا اور ان کے خون کا قطرہ قطرہ فرط عقیدت کے اظہار کے لئے رگوں' نسوں اور ریشوں میں بے تاب و بے قرار رہتا ہے۔ لیکن ربیع الاول کے مبارک مہینے میں رحمت جہاں ﷺ کے تذکار کے سلسلہ میں دنیا بھر کے فرزندان توحید کی سرگرمیاں تیز تر اور زیادہ تر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ اس مبارک مہینے میں وہ روز مسعود آتا ہے جب نوع انسانی کو نجات کی سیدھی راہ کا پتہ دینے والے جوہر نے متشکل ہو کر اس عالم کون و فساد کو اپنے ورود مسعود سے سرفراز فرمایا تھا اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں انسان کو فوز عظیم تک پہنچنے کی خوش خبری سنانے والے اور اس منزل مقصود کی صراط مستقیم دکھانے والے محبوب کبریاء ﷺ نے اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد اپنے رفیق الاعلیٰ کی محبت میں روپوشی اختیار کر لی تھی۔ آج محلے محلے' قریہ قریہ بلکہ خانہ بخانہ میلاد شریف کی مبارک محفلیں منعقد کی جا رہی ہیں اور مسلمان اپنے ہادی برحق ﷺ کی زندگی کے تذکار سے اپنے اپنے ایمانوں کی تازگی کا سامان مہیا کرنے کی فکر میں ہیں۔ لیکن ان کروڑوں مسلمانوں میں سے کتنے ہیں جو اپنے دلوں میں اس جذبہ پاک کو صحیح طور پر محسوس کر سکتے ہیں جسے جان کائنات ﷺ نے ایمان و ایقان کی شناخت کے لئے بطور معیار مقرر کر دیا ہے۔

محبوب کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل مال و منصب زن و فرزند اور اب وام کی محبت سے گزر کر خالصتاً خدا کے اس نبی ﷺ کا نہیں ہوتا جس نے اسے نجات کی سیدھی راہ دکھا دی۔ پس جو مسلمان اپنے دل میں اپنے علائق دنیوی میں کسی ایک محبت کو محبوب کبریاء ﷺ کی محبت سے مقدم اور اس پر فائق رکھتا ہے اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا ایمان ابھی خام اور نمائشی ہے اور ابھی وہ رب العالمین کے ان انعامات کا مستحق نہیں بنا۔ پس اے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں برپا کرنے والو! اپنے دلوں اور اپنی روحوں کو ٹٹول کر دیکھو کہ کہیں وہ جذبہ عشق نبی ﷺ سے خالی تو نہیں۔ اپنے اعمال پر نگاہ ڈالو کہ کہیں ایسے تو نہیں کہ قیامت کے دن مالک کائنات ﷺ ہم سے ناراض ہو کر (تو میرا نہیں) کہہ کر روگردانی کر لیں۔ ہاں اپنے دلوں کو اچھی طرح ٹٹول کر دریافت کر لو کہ تمہارے علائق دنیوی میں سے کوئی چیز تمہیں اتنی عزیز تو نہیں کہ جسے تم اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی راہ میں قربان کرتے وقت متامل و متذبذب ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ کسی مسلمان کے لئے اس سے زیادہ مصیبت و بدبختی اور کوئی نہیں کہ قیامت کے دن حاکم کائنات ﷺ اس کی خامی عشق اور ناپختگی ایمان سے ناراض ہو کر منہ پھیر لیں۔

محبوب کریم ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنا بزم عشاق کا مشن ہے۔ آپ ﷺ سے محبت اور عشق اصل ایمان ہے خود خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ "گو! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو تم میرے محبوب ﷺ کی اتباع (محبت) کرو" اور آپ ﷺ نے مومن کے لئے کسوٹی اپنی ذات کے ساتھ محبت کو قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تم

میں سے کوئی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ ثابت ہوا اصل اور کامل ایمان آپ ﷺ کی ذات پاک کا عشق ہے۔ آج مسلمانوں پر جو ذلت اور مسکنت طاری ہے اور عالم کفر اسے جس طرح پاؤں تلے روند رہا ہے اس کی ایک اہم وجہ وہ نظریات ہیں جو چند گروہوں نے مسلمانوں میں رائج کر دیے ہیں۔ ان میں ایک باطل نظریہ یہ ہے کہ ان ملحد گروہوں نے محبوب کبریاء ﷺ سے عشق کو "شرک" کا درجہ دے کر آپ ﷺ کی محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا ہے اور جب آپ ﷺ سے "عشق" دل سے نکل گیا تو ہمارا وہ رشتہ بھی آپ ﷺ سے منقطع ہو گیا جو عشق مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے قائم و دائم رہتا ہے۔ یہ جذبہ عشق اگر دل سے نکل جائے تو مصطفیٰ ﷺ سے نور کا یہ رشتہ اور تعلق ختم ہو جاتا ہے اور جب محبوب کریم ﷺ کے نور کا یہ چراغ اندر سے بجھ جائے تو انسان پھر اشرف المخلوقات نہیں رہتا حیوان بن جاتا ہے اور یہی نور محمدی ان ملحد گروہوں نے اغیار کا ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے دل سے نکال دیا ہے۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

اور ہمارے زوال کا اصل سبب یہی ہے۔ اس لئے قارئین کرام! آئیں ۱۲ ربیع الاول کے بابرکت دن رحمت دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں اپنی غلطیوں اور خطاؤں کی معافی مانگیں اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں التجا کریں کہ آقا ﷺ! "ہم مسلمان بڑے سیاہ کار اور گناہگار ہیں اور آپ ﷺ کی بارگاہ کے مجرم ہیں، ہم نے آپ ﷺ کی محبت اور عشق کو دل سے نکال دیا۔ جب آپ ﷺ کا عشق اور محبت ہی دل میں نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا اور ہم مسلمان دنیا میں ذلت اور خواری کا شکار ہو گئے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ رحمت اللعالمین ﷺ ہیں، ہماری خطاؤں پر درگزر فرمایئے، ہمیں معاف فرما کر اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپ لیجئے اور ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور عشق سے بھر دیجئے۔ آپ ﷺ کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی نہیں گیا اور آج کے اس بابرکت دن اس دنیا کے مسلمان بھی آپ ﷺ کے در سے خالی نہیں لوٹیں گے۔ یارسول اللہ ﷺ ہم پر رحمت فرمایئے، ہم پر رحمت فرمایئے، ہم پر رحمت فرمایئے۔

اللہ کریم بطفیل زلف محبوب کریم ﷺ ہمیں دونوں جہانوں کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

انگلیاں میری ہیں اور ان میں قلم ہے تیرا — ہاتھ میرا ہے مگر اس پر کرم ہے تیرا

## چیف آرگنائزر بزم عشاق

## حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ ‘عارفانہ‘ عاشقانہ چند تحریریں

| | | |
|---|---|---|
| معجزات محبوب ﷺ | اسلاف کا جذبہ ایثار | وسیلتنا فی الدارین |
| عشق کی باتیں | اسلاف کا اخلاق | وبالوالدین احسنا |
| عشق است امام من | اسلاف کا شوق علم | بخشش کے بہانے |
| حقیقت انساں | شمس الضحیٰ | عاشقانہ تقریریں |
| دیوان عشق | صاحب الجود والکرم | عشق خیر الوریٰ ﷺ |
| راحت جاں ﷺ | اسلام میں دل جوئی کا مقام | پیام محبت |
| پیکر حسن وجمال | اسلام میں دل شکنی جائز نہیں | وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے |
| پیکر جمال وکمال | کیا حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے مانگنا جائز ہے؟ | اہل دل |
| نور الھدیٰ | جب بھی مانگو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگو | آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری |
| عجب چیز ہے لذت آشنائی | وسیلہ محبوب ﷺ | تجھے اہل ایماں سلام کہتے ہیں |

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد

# دُعا

## تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

اے مولائے کریم! تو دونوں جہانوں سے مستغنی،

بے پروا اور غنی ہے اور میں ایک لاچار، عاجز انسان اور فقیر بے نوا ہوں۔

## روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

میری عاجزانہ درخواست ہے کہ روز قیامت

میری تقصیروں کا عذر سننا، انھیں پذیرائی بخشنا اور اپنے عفو و کرم اور رحم سے نوازنا۔

## گر تو می بینی حسابم ناگزیر

ربِ العزت! اگر تو فیصلہ کرے کہ روز قیامت میرا حساب و کتاب لینا

ناگزیر اور ضروری ہے اور ٹل نہیں سکتا تو اے مالک! میری ایک عاجزانہ درخواست قبول فرما!

## از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اور وہ التجا یہ ہے کہ میرا حساب و کتاب جناب سرورِ کائنات،

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے نہ لینا۔ اُن کی پاک نگاہوں سے اوجھل میرا محاسبہ کرنا۔

میں پُر تقصیر اور شرمندہ اُمتی، آنحضرت ﷺ کا سامنا نہیں کر سکوں گا۔

(حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ)